الحمدللہ! یہ کتابِ جلیل، اسلام کی دل کش حقانیت پر روشن دلیل
جس میں خود ہنود و نصاریٰ کی تحریرات سے ثبوت دیا ہے کہ
اسلام کی نورانی حقانیت نے مخالفانِ اسلام سے بھی اپنی مدح کا کلمہ پڑھوالیا ہے
دینِ حسن
-: تصنیف لطیف :-
خادمِ دین وملت محبِّ حق وسنت مولانا مولوی
محمد حسن رضا خان حسن قادری برکاتی ابوالحسینی بریلوی
-: ترتیب وتہذیب :-
محمد ثاقب رضا قادری
اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
Alahazrat Network

الحمد للہ یہ کتاب جلیل اسلام کی دلکش حقانیت پر روشن دلیل

جس میں خود یہود و نصاریٰ کی تحریرات سے ثبوت دیا ہے کہ اسلام کی نورانی
حقانیت نے مخالفانِ اسلام سے بھی اپنی مدح کا کلمہ پڑھوا لیا ہے

دینِ حسن

تصنیف لطیف خادم دین و ملت محب حق و سنت مولٰنا مولوی
محمد حسن رضا خاں حسن قادری برکاتی نوا الحسینی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

جسکو حسنین رضا خان مدیر رسالہ الرضا نے
مطبع اہل سنت و جماعت بریلی میں چھپوا کر شائع کیا

(دفتر الرضا بریلی محلہ سوداگران سے طلب فرمایئے)

الحمد للہ! یہ کتابِ جلیل؛ اسلام کی دل کش حقانیت پر روشن دلیل
جس میں خود ہنود و نصاریٰ کی تحریرات سے ثبوت دیا ہے کہ
اِسلام کی نورانی حقانیت نے مخالفانِ اسلام سے بھی اپنی مدح کا کلمہ پڑھوالیا ہے

دینِ حسن

-: تصنیف لطیف :-

خادم دین و ملت محبِ حق و سنت مولانا مولوی
محمد حسن رضا خان حسن قادری برکاتی ابو الحسینی بریلوی -رحمتہ اللہ علیہ-

-: ترتیب وتہذیب :-

محمد ثاقب رضا قادری

تفصیلات

کتاب	:	دین حسن
موضوع	:	اسلام کی دل کش حقانیت پر کتب ہنود ونصاریٰ سے روشن دلائل
تالیف	:	برادرِ اعلیٰ حضرت شہنشاہ سخن، استاذ زمن مولانا حسن رضا حسن فاضل بریلوی۔علیہ رحمۃ اللہ الولی۔
ترتیب جدید	:	محمد ثاقب رضا قادری۔عُفی عنہ۔(0313-4946763)
نظر ثانی	:	پروفیسر علامہ محمد افروز قادری چریاکوٹی۔خلیفہ حضور تاج الشریعہ(کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ)مدظلہ العالی
صفحات	:	بہتر (72)
اشاعت	:	2012ء------1433ھ
قیمت	:	روپے
کاوش	:	دارالکتاب، لاہور darulkitab11@gmail.com
ناشر	:	مکتبہ اعلیٰ حضرت، دربار مارکیٹ، مرکز الاولیاء لاہور

اِنتساب

آفتاب قادریت، ماہتاب رضویت، خلیفہ اعلیٰ حضرت......

الشیخ ضیاء الدین مدنی قادری رضوی

المُلقّب بہ

قطب مدینہ

کے نام

جنہوں نے تقریباً 77 برس مدینہ طیبہ میں جنت البقیع میں دفن ہونے کی آرزو میں گزارے اور ہر روز مدینہ طیبہ میں محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ سجائی۔

امیدوارِ کرم

محمد ثاقب رضا قادری

فہرست

08 عرضِ حال از محمد ثاقب رضا قادری، پاکستان

11 سخنِ افروز از علامہ محمد افروز قادری، ساؤتھ افریقہ

14 ''دینِ حسن'' کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ از ڈاکٹر سید عبداللہ، رام پور انڈیا

28 تمہید

32 اسلام کی اشاعت اور اس پر جوشیلی مخالفت

34 اسلام کی کتاب

35 اسلام کی عبادت

35 اسلام کی تہذیب

37 اسلام کی حقانیت پر ایک روشن و مضبوط دلیل

38 انتخاب لکچر پادری اسحٰق ٹیلر

40 انتخاب لکچر ڈاکٹر جی ڈبلیو لائیٹز

42 انتخاب منقولات کتاب ریوائز ڈفیتھ آف اسلام

43 ڈیوڈار کوہارٹ کی رائے

43 جوزف تامسن کی رائے

43 جون ڈیون پورٹ کی رائے

43 تامس کارلائل کی رائے

44 سروليم ميور کی رائے

45 واشنگٹن ارونگ کی رائے
45 گبن مورخ کی رائے
45 اینڈ منڈ بری کی رائے
45 جیمس مانٹگمری کی رائے
46 لین کی رائے
46 باسورتھ اسمتھ کی رائے
46 ایسٹرن چرچ کی رائے
46 کارلائل کی رائے
47 ڈاکٹر مارکس ڈوڈس کی رائے
48 منٹر کی رائے
48 انتخاب کتاب (اسلام انسان کے حق میں رحمت ہے۔) مصنفہ سر ولیم میور
49 گبن مورخ کی رائے
49 جان ڈیون پورٹ کی رائے
50 ٹامس کارلائل کی رائے
50 انتخاب کتاب مؤید اسلام مصنفہ جون ڈیون پورٹ
52 گبن مورخ کی رائے
53 ٹامس کارلائیل کی رائے
56 محبوب ذوالجلال کی نعت میں ہنود کے اقوال
56 منشی بخت سنگھ کی رائے
58 منشی رام سہائے عزیز کی رائے
58 نوند ھرائے کی رائے

59 منشی مول چند منشی دہلوی

60 منشی ہر گوپال تفتہ رائے

61 رتن سنگھ زخمی لکھنوی

61 تاریخ کتاب احیاء العلوم شریف ازاں منشی کالکا پرشاد موجد

62 تقریظ تاریخ فرشتہ از لالہ موجد مذکور سے اقتباس

63 کتاب خزانۃ العلم مصنفہ لالہ کانجی کا ستھ سے اقتباس

63 مجربات الحکمۃ مصنفہ ہیرا لال سے اقتباس

63 جواہر الترکیب مصنفہ لالہ سیوا رام جوہر سے اقتباس

63 گلزار نسیم مصنفہ دیا شنکر نسیم لکھنوی سے اقتباس

63 تمہید مثنوی مولانا روم مصنفہ منشی نولکشور آنجہانی سے اقتباس

64 کلیات بنواری لال شعلہ سے اقتباس

64 موجی رام موجی لکھنوی کا شعر

65 تقریظ انشائے صنعت المعروف بارمغان ہند

65 اختتامیہ

☆☆☆☆☆

عرض حال

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن جیسی نابغۂ روزگار شخصیت کو یکسر فراموش کر دیا گیا، سوائے نعتیہ کلام "ذوقِ نعت" اور "آئینۂ قیامت" کے مولانا کی کوئی کتاب بھی مارکیٹ میں نہیں ملتی۔ بیشتر کو آپ کی تصنیفات کی درست تعداد بھی معلوم نہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ مولانا کو وصال کیے 105 برس بیت گئے مگر ابھی تک کوئی سوانح عمری ترتیب نہ دی گئی، کوئی جامع تحقیقی کام مولانا کی خدمات پر سامنے نہ آسکا۔

ایک ایسی شخصیت جسے اعلیٰ حضرت "قوت بازوئے من" کہیں، جو اعلیٰ حضرت کو ہر طرح کی معاشی، معاشرتی، انتظامی فکروں سے آزاد کر دے، اعلیٰ حضرت کی جملہ ذمہ داریاں اپنے سر لے کر ان کو احقاق حق و ابطال باطل کے لئے وقف کر دے، اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی اشاعت میں سرگرم رہے دارالعلوم منظر اسلام کی اولین مہتمم ہو، رد نجدیت، دیوبندیت، مرزائیت، ندویت اور فتنہ تفضیلیہ میں پیش پیش ہو، گراں قدر مقالات، کتب، رسائل، اشتہارات تحریر فرمائے، ماہنامے جاری کرے مگر ان کی ان سب کاوشوں سے یوں تغافل برتا جائے کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہے، مولانا کے متعلق شیدائیانِ رضا کا یہ برتاؤ، ان کی عقیدت اور رضویت پر 'تحقیقات' کے نام سے فنڈز بٹورنے والے اداروں کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے!!!

دوسری طرف اہل سنت کے مخالف گروہوں کا طرزِ عمل ہے کہ وہ اکابرین اہل سنت کی تحقیقات پر ہاتھ صاف کرنے میں لگے ہیں اور یوں یہ تاثر جمانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ حضرات ان کے عقائد سے متفق تھے۔ اہل سنت کی اس غفلت اور تساہل کے نتیجہ میں جن علماء پر ہاتھ صاف کیا جا چکا ہے ان میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا کرم الدین دبیر، مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی، پروفیسر الیاس برنی کے نام تمثیلاً پیش کیے جاتے ہیں۔

احباب اہل سنت سے استدعا ہے کہ اس صورت حال کا سنجیدگی سے جائزہ لیں اور اپنے اسلاف کے ورثہ کو غیر کے ہاتھ یرغمال ہونے سے محفوظ کرنے کی سبیل کریں۔ اگر اس کام کے لئے کوئی ادارہ

قائم ہو جائے تو بہت خوب!

105 برس میں میری معلومات کے مطابق مولانا پر جو تحقیقی کام ہوا، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

☆ 1985ء میں مرید احمد چشتی صاحب زید مجدہٗ کی تحریک پر معروف شاعر نظیر لدھیانوی نے مولانا حسن رضا کی نعتیہ اور بہاریہ شاعری پر مبسوط مقالہ تحریر کیا جو کہ "شعر حسن" کے نام سے اشاعت پذیر ہوا، فی الوقت یہ مقالہ بھی موقوف الاشاعت ہے۔

☆ ایک خاتون فاضلہ نے "مولانا حسن رضا کی نعتیہ شاعری" کے عنوان سے 'روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی' سے تحقیقی مقالہ رقم کر کے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

☆ ماہنامہ 'نعت'، لاہور نے 1990ء میں "مولانا حسن کی نعت" کے عنوان سے ایک مختصر نمبر جاری کیا۔

☆ ماہنامہ "سُنّی دنیا"، بریلی نے 1994ء میں مولانا حسن رضا کی سیرت و کردار، شاعری و دیگر تصنیفات و دینی خدمات کے متعلق 216 صفحات پر مشتمل ایک ضخیم نمبر شائع کیا۔

☆ ادیب اہل سنت علامہ شمس بریلوی علیہ الرحمۃ نے ذوقِ نعت پر تحقیقی تبصرہ رقم فرمایا جو کہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی نے طبع کیا۔

☆ گلبرگہ، ہند کے ایک دوست 'حامد رضا' مولانا حسن رضا پر پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر کر رہے ہیں جو کہ ابھی ابتدائی مرحلہ میں ہے، ان کے مقالہ کا عنوان ہے: "دبستانِ داغ دہلوی کے ایک شاعر......مولانا حسن رضا"۔

☆ اور اب اللہ عزوجل کے فضل بے پایاں اور اس کے محبوب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی نگاہ لطف سے راقم الحروف اور مولانا محمد افروز قادری چریا کوٹی، مولانا حسن رضا علیہ الرحمۃ کی جملہ تصنیفات کو جدید انداز میں ترتیب و تخریج کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اس تحقیقی کام کی بدولت مولانا حسن رضا علیہ الرحمۃ کی رد تفضیلیہ پر ایک نایاب کتاب "تزک مرتضوی" [1883ء] اپنی طباعتِ اُولیٰ سے 134 سال بعد جدید انداز، ترتیب و تخریج و حواشی کے

ساتھ سن 2011ء میں منظرِ عام پر آچکی اور احباب علم میں شرف قبولیت پا چکی۔

فضائل و کرامات حضور غوث پاک پر مشتمل مولانا حسن رضا کا نایاب کلام برنگ مثنوی "وسائل بخشش" [1309ھ] بھی اولین طباعت کے 125 سال بعد جدید انداز، خوبصورت کتابت، حل لغات، جدید ترتیب وتخریج کے ساتھ مارچ 2012ء میں شائع ہو چکا۔

اب الحمدللہ مولانا حسن رضا کی ایک اور اہم تالیف "دین حسن" پیش خدمت ہے جس کا سن طباعت ڈاکٹر سید عبداللہ طارق (رام پور، انڈیا) کے مطابق 1880ء ہے۔

اس رسالہ کی جدید طباعت کے لیے ہمارے پیش نظر "مطبع اہل سنت، بریلی" کا نسخہ تھا جو کہ مولانا حسن رضا کے صاحبزادے مولانا حسنین رضا خان مدیر رسالہ "الرضا" نے طبع کرایا تھا، اس نسخہ پر سن طباعت تحریر نہیں اور اس کے کل صفحات 32 ہیں۔

جدید طباعت میں جن امور پر خاص طور پر توجہ دی گئی، وہ درج ذیل ہیں :

1۔ عربی وفارسی عبارات کا اردو خلاصہ علامہ افروز قادری صاحب نے فرمایا۔

2۔ آیات کریمہ پر اعراب لگائے گئے اور حوالہ جات کا اہتمام کیا گیا۔

3۔ جدید انداز میں پیراگرافنگ کے ساتھ ساتھ رموز اوقاف کا اہتمام کیا گیا تا کہ قاری کو مطالعہ میں سہولت ہو اور مفہوم عبارت سمجھنے میں دقت پیش نہ آئے۔

4۔ نہایت محتاط انداز کے ساتھ بار بار پروف ریڈنگ کی گئی۔

5۔ مولانا حسن رضا کی قائم کردہ سُرخیوں کو خوب صورت انداز میں بڑے فونٹ میں تحریر کیا گیا۔

6۔ کتاب کے آغاز میں ماہنامہ سُنّی دنیا، بریلی کے "مولانا حسن رضا نمبر" سے ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب کا وقیع مقالہ شامل کیا گیا ہے، جس کی اہمیت کا اندازہ قارئین کرام کو اس کے مطالعہ سے بخوبی ہو جائے گا۔

بنگلور، ہند کے ایک دوست مفتی محمد کاشف رضوی نے مولانا حسن رضا کے اس رسالہ "دین حسن" کا ہندی ترجمہ کرنے کی ذمہ داری لی ہے۔ موصوف فاضل درس نظامی وصاحب اِفتا ہونے کے ساتھ ساتھ سوفٹ ویئر انجینئر بھی ہیں، انٹرنیٹ (Skype) پر ایک سال سے "احیاء اکیڈمی" (Ihya

Academy) کے نام سے درس نظامی کی کلاسز پڑھا رہے ہیں اور ایک سُنّی ویب سائٹ پر فتوی بھی دے رہے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ عزوجل اپنی مدد ان کے شامل حال فرمائے اور ان کے اوقات واقادات میں برکت عطا فرمائے۔

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہماری اس کاوش کو اپنی پاک بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور ہماری اور ہمارے والدین کریمین ودیگر احباب کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین

محمد ثاقب رضا قادری۔عفی عنہ۔

۲/ جمادی الاول ۱۴۳۳ھ۔۔۔۔۔۲۶/ مارچ ۲۰۱۲ء

مرکز الاولیاء لاہور، پاکستان

سخنِ افروز

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْد!

'ذوقِ نعت' کی جس نے سلیقے سے کی ہے بات
کچھ دیر آئیں، ہم بھی کریں اُس حسنؔ کی بات

آبروئے سخن، اُستاذِ زمن علامہ حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی -رحمہ اللہ تعالیٰ و رضی عنہ- (م۱۳۲۶ھ......۱۹۰۸ء) کی شخصیت شعروشاعری کی جہت سے ایک معتبر حوالہ کا درجہ رکھتی ہے؛ لیکن آپ کے قلم سیال نے نثر وبیان کے آفاق پر کتنے مہ وخورشید اُجالے ہیں اِس کا علم' خال ہی خال لوگوں کو ہے۔

ایک ایسی شخصیت جو خود بھی فاضل وکامل ہو، باپ بھی علم وتحقیق کا نیرتاباں ہو، دادا بھی فضل وکمال کا سرچشمہ ہو، اور پھر بھائی کا کیا کہنا! اُسے نہ صرف ملک سخن بلکہ اقلیم علم وحکمت کی شاہی عطا ہوئی ہو، اور وہ جدھر رُخ کرتا فیض وتحقیق کی نہریں بہا دیتا اور دلوں پر سکے بٹھا کے رکھ دیتا، یعنی جس خانوادے میں صدیوں فکروآگہی، معرفت وبصیرت اور فقہ وافتا کی آبیاری ہوتی رہی، ظاہر ہے ایسے نور بار اور علم زار ماحول کا پروردہ 'اُستاذِ زمن' نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا!۔

علامہ حسن رضا خان بریلوی نے مختلف موضوعات پر درجن بھر کتابیں اپنے پیچھے یادگار چھوڑی ہیں، جو ہماری کوتاہیوں کے باعث اِشاعت اوّل کے بعد مدتوں سے پردہ خمول میں پڑی ہوئی تھیں؛ لیکن خدا بھلا کرے ہمدردِ مسلک، ہم کارودمساز محمد ثاقب رضا قادری -حفظہ ربہ وزید علمہ- کا جو فکر رضا کی مشعل لے کر تاریخ کی تاریک غاروں میں جا گھسے، اور نہ صرف اُستاذِ زمن کی رشحاتِ قلم بلکہ اور بہت سے نادر علمی وفکری شہ پاروں سے گرد جھاڑ جھاڑ کر انھیں ایک نئی سج دھج کے ساتھ باہر نکالتے چلے

جارہے ہیں۔

ابھی کوئی کل ہی کی بات ہے کہ انھوں نے علامہ حسن کی ایک تحقیقی اور نایاب کتاب 'تزکِ مرتضوی' کی تسہیل وتخریج کا مجھ سے کہا تھا، گو دیگر مصروفیات کا ہجوم تھا؛ تاہم فکر رضا سے سرشار ایک مخلص نوجوان کی ایسی پُر خلوص درخواست مجھ سے ٹھکرائی نہ گئی، اور پھر میں اُن کے تفویض کردہ کام میں جٹ گیا۔ ابھی میں اُس کی تکمیل سے فراغت کے بعد ٹھیک سے دم بھی نہ لینے پایا تھا کہ وہ ایک اور کتاب لے کر آدھمکے، مگر جائے مسرت تھی کہ اس کی ترتیب وتہذیب کا سہرا خود اُنہی کے سر سجتا تھا، اور بجا طور پر وہ اس کے سزاوار بھی تھے۔ اُن کی انتھک کاوشوں، دیوانہ وار محاذ آرائیوں اور بے تکان ہمتوں کو دیکھ کر ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

محبت مجھے اُن جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

یقیناً موصوف کا شمار ایسے ہی جیالے سپوتوں میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے ایک دوسرے مقام پر کچھ ایسے ہی نوجوانوں کے لیے کیا خوب دعا فرمائی ہے، جسے سن کر بے ساختہ زبان سے صدائے 'آمین' نکل پڑتی ہے۔

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ

ہم آپ کے لیے بھی یہی دعا کرتے ہیں کہ اللہ کرے آپ کی جوانی بے داغ رہے، آپ کے کاموں کی روانی ہمیشہ جوان رہے، اور دینِ حسن کے فروغ وعروج میں آپ اپنا سا کردار ادا کرتے رہیں۔

'دینِ حسن' نامی اس کتاب کا چرچا میں نے بھی بارہا سن رکھا تھا؛ مگر کبھی شرفِ مطالعہ اس لیے نصیب نہ ہو سکا کہ کہیں ہاتھ ہی نہ لگی۔ اَب جب کہ مدتوں بعد ہاتھ آئی ہے تو جی چاہتا ہے کہ یوسفِ گم گشتہ کی طرح سینے سے چمٹائے رکھوں، کسی صورت اسے چھوڑنے کو دل نہیں چاہ رہا۔

'دین حسن' کیا ہے؟ اپنے موضوع پر اسے بالکل اکلوتی کتاب سمجھیں۔ یہ حرف حقیقت تو ہے ہی اپنے اندر قطرہ قلزم کی شان بھی رکھتی ہے۔ پڑھیں تو پڑھتے چلے جائیں اور دین کے حسن بے پناہ میں کھو کھو جائیں۔

جس عقلی اور سائنسی نہج پر علامہ حسن رضا بریلوی نے یہ کتاب تالیف فرمائی ہے وہ خاص انہی کا حصہ ہے، اور خانوادۂ رضویت ہی کے کسی سپوت سے اس کی توقع بھی کی جا سکتی تھی۔ اگر آج ہمارے مصنفین دعوتِ دین کے لیے 'دین حسن' کا سا حسن سوہنا، اچھوتا اور دلِ چھوتا اُسلوب اپنائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اُن کی باتیں تاثیر کا تیر بن کر لوگوں کے ذہن و فکر میں نہ اُتریں، اور دین کی صحیح قدریں فروغ پذیر نہ ہوں!۔

اُمید ہے کہ یہ کتاب تمغۂ قبولیت سے ہمکنار ہوگی، اور بہ نگاہِ تحسین دیکھی جائے گی۔ دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں دولت اخلاص، سرمایۂ یقین اور خزینۂ حکمت عطا فرمائے اور اپنی رضا کے کام کرنے کی توفیق ہمارے رفیق حال کر دے۔ آمین یارب العالمین، بجاہ سید الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیٰ آلہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم۔

خادم العلم والعلماء

محمد افروز قادری چریاکوٹی

صبح شب قدر، ۲۷ر رمضان ۱۴۳۲ھ------۲۷ر اگست ۲۰۱۱ء

دلاس یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

''دین حسن'' کا ایک تحقیقی وتنقیدی جائزہ

جس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کے ھُوَ اللہُ اَحَد کہتے تھے

انوکھی وضع ہیں سارے زمانے سے نرالے ہیں

مولانا حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے نعتیہ کلام میں ایک منفرد انداز اور ممتاز مقام کے لیے مشہور ہیں۔ مرحوم کی چند نعتیں نظر سے گزریں، عشق کی بے خودی کو محسوس کیا۔ روح وجد میں آئی لیکن سائنس کا طالب علم رہا ہوں، ادب کبھی میرا موضوع نہیں رہا۔ اس لیے ادب کے نغمہ آگیں ماحول میں میری لب کشائی بے ادبی ہوگی۔ اپنے احساسات کے اظہار کے لیے شاعر مشرق کے الفاظ مستعار لینے پر مجبور ہوں۔

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کون سی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

جب تک خطوط پیار کے ہم نے لکھے نہ تھے
تنقید کے اُصول نہ تھے ضابطے نہ تھے

شعر وادب کی رزم گاہ میں اپنی نا اہلی کا اعتراف مدیر ''سُنّی دنیا'' (مولانا شہاب الدین رضوی اختری بہرائچی) سے کیا تو موصوف نے مولانا مرحوم کا تصنیف کردہ کتابچہ ''دین حسن'' برائے ''تبصرہ تنقیدی و تحقیقی'' ارسال فرما دیا۔ اب اس ناچیز کا حال یہ ہے کہ ''نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن'' منع کر نہیں سکتا کیونکہ کتابچہ کے موضوع سے اپنی مناسبت کا مجھے انکار نہیں، تعمیل کیسے کروں کہ جو خود ناقد و محقق زمانہ تھے، ان پر تنقید و تحقیق سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہوگا۔ آخر میں نے ایک درمیانی راستہ نکال لیا۔ مولانا مرحوم کے رسالہ کی تشریح و توضیح پر ذیل کی سطور بطور ہدیہ قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ دیکھے

درود و سلام ہو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جن کی آمد سے قبل تمام آسمانی صحائف آپ کی گواہی دے چکے تھے۔ جن کی بعثت کے انتظار میں یہودیوں نے مدینے، عیسائیوں نے نجران اور ہندوستانی اقوام نے یمن میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ جن کی ولادت سے قبل یہودی کاہنہ فاطمہ خثعمیہ نے آپ کے والد حضرت عبداللہ کی پیشانی میں نورِ مبارک دیکھا تھا۔ جن کو بصرہ میں 12 سال کی کم سنی ہی میں بُحیرا راہب ''سید العالمین'' کہہ کر پکار اٹھا تھا۔ جن کو پہلی وحی کے نزول کے بعد عیسائی عالم ورقہ بن نوفل نے نبوت کا مژدہ سنا دیا تھا۔ جن کی حقانیت کا اعتراف دشمنانِ دین کے سرخیل ولید نے ان الفاظ میں کیا تھا :

''نہیں، بخدا وہ کاہن نہیں ہے، وہ پاگل بھی نہیں ہے، وہ شاعر بھی نہیں ہے، وہ جادوگر بھی نہیں ہے، خدا کی قسم اس بات کی شیریں ہے، اس کی جڑ پائیدار ہے، اور اس کی شاخ پھل دار۔''

اور یہی گواہی دشمنوں کے سردار عتبہ نے سردارانِ قوم کے سامنے ان الفاظ میں دی تھی :

''میں نے ایک ایسا کلام سنا ہے کہ ویسا کلام واللہ میں نے کبھی نہیں سنا۔ خدا کی قسم وہ نہ شعر ہے نہ جادو نہ کہانت۔''

وہ دن ہے اور آج کا دن، ہر دور میں ممدوحِ کائنات ﷺ کو خراجِ تحسین پیش کرنے والے غیر مسلمین کی ایک بڑی تعداد موجود رہی ہے؛ لیکن افسوس! ہدایت ان میں بیشتر کا مقدر نہیں تھی۔

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا!
جس سے دلِ دریا متلاطم نہیں ہوتا
اے قطرۂ نیساں وہ صدف کیا وہ گہر کیا!!

48 کتابی صفحات پر مشتمل رسالہ "دینِ حسن" ذات رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں غیر مسلم مصنفین کے اعترافاتِ حقیقت کی ایک بیش قیمت تلخیص ہے۔ مولانا نے اس میں عیسائی اور ہندو حضرات کے اعترافات کا ایک ایسا انتخاب یک جا کر دیا ہے جو ایک طرف مومنین کے لیے باعث تقویتِ ایمان ہے تو وہیں دوسری جانب ان شاءاللہ تعالیٰ مخالفانِ اسلام کے لیے ایک زبردست حجت ثابت ہوگا، بشرطیکہ اس رسالے کو ہندی اور انگریزی زبانوں میں ترجمہ کر کے غیر مسلموں تک پہنچانے کی کماحقہٗ کوشش کی جائے۔ مرحوم نے پیغام پہنچا دیا، سننے والوں پر واجب ہے کہ اسے آگے پہنچائیں اور ہدایت قبول کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ غیر مسلمین قارئین کی توفیق پر چھوڑ دیں ؏

کہ جن کو ڈوبنا ہے ڈوب جاتے ہیں سفینے میں

وہیں سے رات کو ظلمت ملی ہے
چمک تارے نے پائی ہے جہاں سے

غیر مسلم دانش وران و مصنفین کے اعترافاتِ حق پر مبنی کثیر تعداد میں کتابیں و رسالے مختلف زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے متعدد میری نظر سے گزرے ہیں لیکن اس قسم کی بیشتر کتب کو پڑھ کر بجائے خوشی اور طمانیت کے ذہن پر ایک بوجھل پن سا طاری ہو گیا ہے کیونکہ اس میں غیر مسلم حضرات کے اقوال کے حوالے ندارد ہوتے ہیں۔

مشہور فلسفی جارج برنارڈ شا نے اسلام اور قرآن کو خراج تحسین پیش کیا۔ گاندھی جی نے حضور اکرم ﷺ کی عظمت کا اعتراف کیا۔ مجھے معلوم ہے کیا! لیکن بغیر حوالوں کے یہی اقوال جب غیر مسلم قارئین کی نظر سے گزریں گے تو بے وزن ہوں گے۔ کہاں کیا؟ کب کیا؟ ثبوت کیا ہے؟ بغیر مستند حوالوں کے اس قسم کے مضامین کی افادیت مسلمانوں کی 'واہ واہ' بٹورنے سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی۔ اس پس منظر میں "دینِ حسن" ایک خوش گوار تبدیلی دل و دماغ پر چھوڑ گیا۔ کوئی قول، کوئی سطر بنا حوالے کے نہیں ہے۔ ایک صدی قبل تحریر کردہ یہ مختصر رسالہ اپنی اس خوبی کی بنیاد پر اس موضوع پر شائع شدہ دورِ حاضر کی بہت سی ضخیم تصنیفات پر بھاری ہے۔

عشق کے درد مند کا طرزِ کلام اور ہے

دینِ حسن کے 48 صفحات میں سے ابتدائی 15 اور آخری 2 صفحات میں مولانا مرحوم نے اپنے الفاظ میں غیر مسلمین کے طرزِ عمل اور دینِ اسلام کے محاسن پر ایک سیر حاصل تبصرہ تحریر فرمایا ہے۔ (باقی 30 صفحات غیر مسلمین کی تحریروں کے حوالوں پر مشتمل ہیں۔) یہ 17 صفحات مولانا کے دل کش طرزِ بیان اور جامعیت کا حسین مرقع ہیں۔ استدلال کی بے ساختگی دیکھیے۔

"افسوس مٹی کے برتن کا خریدار اُسے اُلٹ پلٹ کر دیکھے، ٹھونک بجا کر لے اور ہم مذہب جیسی ضروری چیز کو بے سوچ سمجھے اِختیار کر بیٹھیں"۔

سر بازار فحاشیوں اور بے حیائیوں کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد رقم طراز ہیں :

"......(یہ صورتِ حال) دو حال سے خالی نہیں، یا تو یہ مذہبی احکام ہیں جو عبادت سمجھ کر بے مزاحمتِ اَحدے و مداخلتِ دیگرے بے دھڑک اَدا کیے جاتے ہیں یا مذہب تو روکتا ہے مگر مذہبی پیشوا سوتھ کی ماس لیے بیٹھے ہیں۔ اگر مذہب نے اجازت دی ہے تو ایسے مہذب اور حیادار مذہب کا کیا کہنا!، اور اگر مذہبی پیشواؤں نے نظارہ بازی کی طمع یا اس سے بھی بڑھ کر کسی دوسرے شرمناک لالچ سے سکوت اِختیار کر لیا ہے تو ہم اسی قدر کہنا کافی سمجھیں گے کہ مذہبی اَحکام کی اشاعت مذہبی پیشواؤں سے متعلق ہوتی ہے، جب اُن کا یہ حال ہے تو ہدایت کہاں کی!"۔

کتنی خوب صورتی سے ہندو دیوی دیوتاؤں کے شرم ناک قصوں، جنوبی ہند کے منادِر کی دیوداسیوں اور عیسائی پادریوں کی عیاشیوں پر چوٹ کی ہے۔ گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ اس مختصر سی تقریر کو بار بار پڑھیے اور دورِ حاضر کے بیشتر واعظین کی طویل و نام نہاد مرصّع تقاریر سے موازنہ کیجیے۔ بے اختیار منہ سے یہی نکلے گا :

واعظِ قوم کی وہ پختہ مقالی نہ رہی
برقِ طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی

رہ گئی رسمِ اذاں رُوحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

تو میں سمجھا کہ یہ بھی میرے ویرانے کی باتیں ہیں

مولانا کے انداز بیان کی ندرت بھی منفرد ہے۔عیسائیوں کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے لیے کیا الفاظ ادا کیے،ان میں تازیانہ بھی ہے اور سلیقہ بھی۔

"جس مذہب میں ایسے شیوے، یہ و تیرے ذلت کی نظر سے دیکھے جائیں، قابل نفرین وملامت ٹھہریں، وہ سچائی کی جان اور راستی کی کان ہو سکتا ہے!۔ہمارے مہذب مذہب نے ہم کو بے غیرتی اور بے حیائی سے بھی باز رکھا نہ مسلمان کھڑے ہو کر دھار لگائیں......."۔

یہ ہمارے لیے بھی مقام عبرت ہے کہ آج اس عیب کو ہم غیر مسلموں کے لیے مخصوص قرار نہیں دے سکتے۔اسی قسم کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو :

"دور کیوں جایئے! ذرا اجمیر شریف میں حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پُر انوار کی زیارت کیجیے جہاں سینکڑوں ہندو ہاتھ جوڑے گڑگڑاتے، سجدے کرتے، حاضر ہوتے ہیں...........اس کہنے سے میرا یہ مطلب نہیں کہ ہنود اپنے تیرتھوں کو نہیں جاتے، جاتے ہیں؛ مگر وہاں سوا منڈنے کے اور کچھ نتیجہ نہیں پاتے"۔

لیکن آج یہی الفاظ ہمیں سوچنے پر مجبور کر رہے ہیں۔بزرگان دین کی زیارت گاہوں پر کہیں یہ منظر تو نہیں دہرایا جا رہا ہے۔پچھلے دنوں درگاہ خواجہ شریف کے خدام کے خاندان کے کچھ بے راہرو لفنگے لڑکوں کا جنسی اسکینڈل میں ملوث ہونا تمام ملکی اخباروں نے چٹخارے لے لے کر اچھالا۔ملک کی عدالتوں میں سجادہ نشین اور خدام کے ایک دوسرے کے خلاف پچاس سے زائد مقدمات اور زائرین کا اسٹیشن پر اُترتے ہی دلالوں کے ہاتھ نیلام ہونا وہ خبریں ہیں جن سے ہمارا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔

علاوہ ازیں قبروں پر سجدہ چاہے سجدۂ عبودیت ہو یا سجدۂ تعظیمی، اہل سنت کے نزدیک مطلقاً حرام ہے۔ ہمارے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ ہم اگر ان ہندو حضرات اور ان کے ساتھ ہی کچھ گمراہ مسلمانوں کو اس سے منع نہیں کریں گے تو کیا بزرگانِ دین کی آرام گاہوں کا تقدس پامال نہ ہوگا؟

مرے نالے تو ایسے تھے کہ پتھر بھی پگھل جاتے
الٰہی تری دنیا میں کوئی درد آشنا بھی ہے

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جابجا عیسائی پادریوں اور ہندو پنڈتوں کے احوال اس پیرائے میں بیان کیے ہیں کہ علمائے سوء اور دین سے بے بہرہ مسلمانوں کے لیے لمحاتِ فکریہ کی دردمند دعوت دیتے محسوس ہوتے ہیں۔ مثلاً :

'پادری اور برہمن جو اپنے اپنے مذہب کے پیشوا تسلیم کیے جاتے ہیں، باوجود مالدار ہونے کے مذہبی طور پر بالعموم شدت سے طامع اور لالچی ہوتے ہیں کہ ان کے مقلدوں کی آمدنی کا ایک معقول حصہ اُن کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔ جیتے جی تو جیتے جی، مرنے پر بھی غریبوں کا پیچھا نہیں چھوٹتا۔ نوچا ناچی چلی جاتی ہے۔ ہر خوشی ہر غمی میں بے اُن کے شریک کیے کام نہیں چلتا؛ گویا مذہبی پیشوائی مالِ مفت ڈکارنے کی مشین، اور یہ ممتاز عہدہ بالجبر بھیک حاصل کرنے کا ایک پاس ہے، کہ 'جیو یا مرو، یاروں کا کا ادھر دھرو'۔ اِسلام اپنے علما کو باوصف اِفلاس' طامع ہونے سے منع کرتا ہے۔ نہ اُن کے مقلد مذہبی طریقہ سے مجبور کیے گئے ہیں کہ بے اُن کی شرکت کے یا بغیر کچھ نذر پکڑے کوئی کام انجام نہ پائے؛ بلکہ اسلام نے طمع اور لالچ کے دروازے بہت زور سے بند کر دیے ہیں'۔

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

سرورِ کونین ﷺ سے محبت: اپنے مال و اولاد اور اپنی جان و مال سے بڑھ کر محبت کرنا جزوِ ایمان

ہے۔ احترام و ادب اس محبت کا لازمی تقاضا ہے۔ مولانا نے غیر مسلموں کے آنحضرت ﷺ کے لیے توصیفی الفاظ نقل کرتے وقت نہ صرف پاسِ اَدب کو بدرجۂ اتم ملحوظ رکھا ہے بلکہ ان مقامات پر بھی حد درجہ احتیاط کا دامن تھامے رہے ہیں جہاں بظاہر بے ادبی کا احتمال نظر نہیں آتا۔ عیسائی مؤرخ 'گبن' کے الفاظ اس طرح نقل کیے ہیں:

'یہ بات آپ کی صاف باطنی پر خوب دال ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ ایمان لائے وہ آپ کے دوست اور اہلِ خاندان تھے جو آپ کی عادت سے خوب واقف تھے۔ (معاذ اللہ) آپ...... ہوتے تو یہ لوگ آپ پر ہرگز ایمان نہ لاتے اور اُن پر بھی یہ...... ضرور ظاہر ہوتا'۔

احتیاط کی انتہا دیکھیے کہ قوسین میں "معاذ اللہ" کا اضافہ کرنے کے بعد بھی ترجمے سے "جھوٹے" اور "جھوٹ" یہ دو الفاظ حذف کر کے خالی جگہ چھوڑ دی۔ عیسائی نے بھی آنحضور ﷺ کے صدق کی گواہی میں بطور رد دیدان لفظوں کو لکھا تھا لیکن احترامِ رسول کا یہ پاکیزہ نمونہ یقیناً بارگاہِ رب العزت میں گواہی دے گا کہ اس عاشقِ رسول ﷺ کو بطور رد دید بھی ذکرِ اقدس کے ساتھ منفی صفات کا نقل کرنا گوارا نہ ہوا کیونکہ یہ وہ بارگاہ ہے جہاں ؏

خورشید بھی گیا تو وہاں سر کے بل گیا

سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہوگا

مولانا مرحوم کے تحریر کردہ 17 صفحات میں اتنی جامعیت ہے کہ ان صفحات کی ایک باقاعدہ شرح لکھی جانے کی ضرورت ہے۔ چند نمونے نذرِ قارئین ہیں:

جس مذہب میں عابدوں سے زیادہ معبود ہوں، یا جس میں تین زاویوں والے مثلث کی پرستش ہو، جس کا ایک زاویہ مذہبی طور پر خارج ہو کر مثلث کو ناقص و نا تمام چھوڑ جائے، اُن کی جو حالت ہے اِنصاف پسند اور حق جُو طبیعت پر بخوبی روشن ہے'۔

عابدوں سے زیادہ معبود ہونے کا اشارہ ہندو مذہب کی طرف ہے جن کے 33 کروڑ دیوی

دیوتاؤں کی تعداد خود ہندو مصنفین کی تحریروں میں بکثرت منقول ہے۔

"تین زاویوں والے مثلث کی پرستش"

ان الفاظ کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ عیسائیوں کی عظیم اکثریت تین خداؤں کی قائل ہے۔ یہ تین عیسائی عقیدے کے مطابق اس طرح ہیں۔ (نعوذ باللہ) باپ یعنی خدا، بیٹا یعنی عیسیٰ مسیح (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور رُوح القدس۔

"جس کا ایک زاویہ مذہبی طور پر خارج ہو کر مثلث کو ناقص و ناتمام چھوڑ جائے"

یہ جملہ انتہائی ذو معنی اور مشرکانہ عقیدے پر سہ طرفہ چوٹ ہے۔ اوّل تو یہ کہ "روح القدس" کیا ہے اور کون ہے اسے عیسائی پادری آج تک واضح نہیں کر سکے۔ ان کی خدائی تثلیث کا یہ وہ زاویہ ہے جو خود ان کے لیے معمہ بنا ہوا ہے اور اس لیے الفاظ کی حد تک تو رُوح القدس کا نام آتا ہے لیکن عملاً عیسائیوں کی پرستش (نعوذ باللہ) باپ اور بیٹے تک محدود ہے۔

دوم یہ کہ عیسائی عقیدے کے مطابق (نعوذ باللہ) خدا کے اکلوتے بیٹے مسیح کو سُولی پر چڑھا دیا گیا۔

"ایک زاویہ مذہبی طور پر خارج ہو کر مثلث کو ناقص و ناتمام چھوڑ جانا"

اس عقیدے پر بھی ایک لطیف طنز ہے۔

سوم یہ کہ عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ

"یہ تینوں خدا تین ہو کر ایک ہیں اور ایک ہو کر تین"

اس ناقابلِ فہم عقیدے کو سمجھانے کے لیے جو طرح طرح کے ناکام جتن وہ کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ "جیسے ایک مثلث کی تین لکیریں اور تین زاویے ہوتے ہوئے بھی مثلث ایک رہتا ہے، ایسے ہی تین خدا ہوتے ہوئے بھی ایک ہی خدا رہتا ہے"۔

مولانا کا اشارہ اس طرف ہے کہ چاہے عملاً روح القدس کے بے کار رہنے سے یا بیٹے کے سُولی پر چڑھ جانے سے ہر دو شکلوں میں ایک لکیر یا ایک زاویہ خارج ہو گیا اور اس طرح مثلث والی توجیہ باطل ہوئی۔

کتنے جامع الفاظ میں ایک ہی جملے کے ذریعہ مولانا کتنی لمبی تفصیلات بیان کر گئے ہیں اور سہ آتشہ چوٹ کے ذریعہ عیسائی عقیدہ کا بطلان بھی کر گئے ہیں۔ ایک اور مثال دیکھیں:

'مگر عجب ہے کہ آج کل کے بعض نئی روشنی والوں سے کہ بائبل کو بھی جوں کا توں مان رہے ہیں، اس مجموعہ کو کلام خدا کہتے ہیں'۔

اس جملہ کے بعد مولانا نے بائبل کے محرف ہونے کی خود بائبل کی سینکڑوں اندرونی شہادتوں میں سے چند کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن قارئین کو معلوم ہونا چاہیے کہ آج عیسائی پادری و محقق موجودہ بائبل کے محرف ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ خود میرے ذاتی ریکارڈ میں عیسائی پادریوں اور محققین کے بلا مبالغہ ایسے ہزاروں بیانات ہیں۔ ان میں سے صرف دو مثالیں بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

مندرجہ ذیل حوالے جس تحقیقی کتاب سے ترجمہ کیے جا رہے ہیں اس کا نام ہے، "بائبل کو کھولتے ہوئے" (Opening the Bible) اس کے مصنف بنگلور کے ایک مشہور فادر زکریاس میتھو ہیں جو بنگلور میں عیسائیوں کے چوٹی کالج میں "صحائف کے پروفیسر" (Professor of Scripture) ہیں، انہوں نے پونا سے عیسائی دینیات (Theology) میں ایم اے کیا تھا اور رُوم (اٹلی) سے "صحائف" میں ایم اے کی سند لی۔ فاضل مصنف کے بارے میں اتنی تفصیلات میں نے اس لیے درج کیں کہ معزز قارئین یہ جان لیں کہ مصنف کوئی چلتے پھرتے معمولی پادری نہیں ہیں، اب ذیل میں ان کی تحقیقات کا اردو ترجمہ پڑھیے:

'تمام بائبل کو مکمل ہونے میں ایک ہزار سال کا عرصہ لگا'۔ (صفحہ 90، کتاب مذکور)

'بائبل کے مصنفین ایسے لاتعلق مبصرین نہیں ہیں جن کا مقصد (بائبل میں درج) واقعات کو ٹھیک ٹھیک اسی طرح پیش کرنا ہو جیسے کہ وہ پیش آئے تھے، وہ پُرجوش معتقدین ہیں اور جب وہ لکھتے ہیں تو وہ قاری کو عقیدے کی طرف لے جانے کی غرض سے واقعات کی اہمیت بھی (اپنے الفاظ میں) پیش کرتے ہیں'۔ (صفحہ 91، کتاب مذکور)

یہ حالت ہے عیسائی پادریوں کی جدید تحقیقات کے مطابق بائبل کے معیار صحت کی۔ واقعی مولانا کی چشم باطن کی نظر بھی کیا تیز رفتار ہے

مولانا کی تحریر کی ایک عجیب و غریب خوبی یہ ہے کہ وہ ایسے پُر معنی الفاظ استعمال کر جاتے ہیں جن میں پوری پوری حکایات پوشیدہ ہیں لیکن پھر بھی ایک ایسے قاری کو، جو ان جامع الفاظ کی حقیقت سے ناواقف ہو اور ان الفاظ کو ان کے عام لغوی معنوں سے تعبیر کرتا ہو، ربطِ کلام ذرا بھی ٹوٹتا محسوس نہیں ہوتا، وہ اس جملے سے اپنا عام فہم مطلب نکال لیتا ہے۔ اس نکتہ کو میں مولانا کی تحریر سے مثال کے ذریعہ واضح کروں گا۔

'تعجب کا مقام اور حیرت کی جگہ تو یہ ہے کہ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ' کے زبردست اثر نے یہاں تک ترقی کی کہ مخالفین سے بھی اَن کہی کہلوا چھوڑی اور جھوٹ بولنے والی زبانوں اور بداندیش دلوں سے اپنی مدح کے بول بلوا لیے!'۔

پس قاری کو مندرجہ بالا جملے میں 'ان کہی'' کا اصل مفہوم معلوم نہ ہو وہ اسے عام لغوی معنی میں مراد لے گا اور پورا جملہ سمجھنے میں اسے کوئی دقت پیش نہیں آئے گی لیکن اس جملے میں 'ان کہی'' کے استعمال کی خوبی یہ ہے کہ اس کا اصل مفہوم کچھ اور ہی ہے صرف وہ سمجھ اور سراہ سکتے ہیں جنہیں اس کا علم ہے۔

ہندوؤں میں بہت سے ایسے راز سینہ بہ سینہ چلے آرہے ہیں جن کو مسلمانوں سے حتی الامکان پوشیدہ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ 'ان کہی'' ان رازوں میں سے ایک راز ہے۔ ہندوؤں میں جان کنی کے وقت نزع کی تکلیف سے بچانے کے لیے اسے پلنگ سے اٹھا کر زمین پر لٹایا جاتا تھا اور اس کے کان میں 'ان کہی'' کی سرگوشی کی جاتی تھی۔ 'ان کہی'' کے الفاظ یوں ہیں :

'لا الٰہ ہرنی پاپم الا اللہ پرم پدم
جنم بیکنٹھ پراب ہوتی تو جپّنا محمّدم'

مفہوم اس کا یہ ہے کہ لا الٰہ کہنے سے پاپ مٹ جاتے ہیں الا اللہ کہنے سے پرم پد (مقام امامت) حاصل ہوتا ہے اور اگر بہشت میں زندگی چاہتے ہو تو محمد (ﷺ) کا نام جپا کرو۔

ان الفاظ کی برکت سے جان کنی کے مریض کی روح آسانی سے جسم سے جدا ہو جاتی تھی۔ (یہ طریقہ اب بھی کہیں کہیں رائج ہے۔)

ان کہی' کی اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد اب مولانا کے الفاظ دوبارہ ملاحظہ فرما کر لطف اندوز ہوں۔

'......حیرت کی جگہ تو یہ ہے کہ 'وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ' کے زبردست اثر نے یہاں تک ترقی کی کہ مخالفین سے بھی اَن کہی کہلوا چھوڑی'۔

اساتذہ کے منظوم کلام کی اس خصوصیت سے تو سبھی واقف ہیں کہ ان کے ایک ایک شعر کی کئی کئی شرحیں لکھی جا سکتی ہیں؛ لیکن نثر کا یہ انداز استاذ الاساتذہ ہی کا حصہ ہے۔ قارئین کرام کو اب تک کی مثالوں سے بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میرا یہ دعویٰ کہ 'مولانا کے 17 صفحات کی شرح لکھی جانے کی ضرورت ہے" بے بنیاد اور مبالغہ آمیز نہیں تھا۔ میں اپنے الفاظ کے ثبوت میں ایک مثال اور پیش کر رہا ہوں۔

اِس مذہب میں نہ خوبصورت پتلی کمر والی قاتی عورتوں کا لالچ دیا جاتا ہے، نہ ناپاک شراب پیش کی جاتی ہے، نہ مشاہرہ مقرر ہوتا ہے'۔

یہ الفاظ ایک عام قاری کے لیے اس سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے کہ عیسائیوں کے یہاں تبدیلی مذہب کے لیے یہ تمام ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں؛ لیکن ان کی اصل اہمیت کا احساس صرف وہی کر سکتا ہے جسے تفصیل سے ان ہتھکنڈوں کا واقعی علم ہو۔ عیسائیوں کے یہاں ہر شخص کی اس کی اہمیت اور اس کے مذہب کے لحاظ سے ایک قیمت مقرر ہوتی ہے۔ مسلمان کی قیمت دیگر تمام مذاہب کے پیروؤں سے زیادہ ہے یعنی وہ دوسروں کے مقابلے میں عیسائی ہونے کے لیے ایک مسلمان کو سب سے زیادہ رقم دینے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔

تبدیلی مذہب کرنے والا باقاعدہ سودے بازی کر سکتا ہے جس میں وہ عارضی یا مستقل شریک حیات کی فرمائش بھی رکھ سکتا ہے، رقم کبھی یک مشت ادا نہیں کی جاتی۔ مثلاً میرے ایک دوست کو (جو الحمد للہ عیسائیت کے خلاف ایک سرگرم مبلغ ہیں) دس لاکھ روپے کی پیش کش کی گئی جس میں سے پانچ لاکھ لازمی بچت (Fixed Deposit) کے کھاتے میں بینک میں جمع ہونے تھے اور اس کا ماہانہ سُود خرچ کرنے کے لیے ان کو ملتے رہنا تجویز کیا گیا۔ باقی پانچ لاکھ روپے تین سال کے عرصہ میں نقد ادا کیے جانے طے کیے گئے، ان کا اسلامی نام بدستور برقرار رہنا تھا اور ان کو دکھاوے کا مسلمان

بنا رہ کر مسلمانوں ہی میں اسلام کے خلاف کام کرتا تھا۔

میرے مذکورہ دوست علمائے دین کو باخبر رکھتے ہوئے معلومات حاصل کرنے کے لیے اسی حد تک جاسکے کیونکہ تسلیم کر لینے کے بعد تبدیلی مذہب کرنے والے کو، اگر اس کی فرمائش نہ بھی ہو، تب بھی امتحاناً شرابیں پلائی جاتی ہیں اور لڑکیاں پیش کی جاتی ہیں۔ میں اس بات کا تذکرہ فخریہ نہیں کر رہا ہوں بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر کر رہا ہوں کہ خود راقم الحروف کے پاس 25 لاکھ روپے کا آفر صرف اس تعاون کی اُمید میں آچکا ہے کہ میں غیر مسلموں میں تبلیغ دین کا کام چھوڑ کر اس رقم سے مسلمانوں کی فلاح کا کوئی اِدارہ کھول لوں اور عیسائی مذہب کی کمزوریوں کو بے نقاب کرنے سے باز رہوں۔ میرے پاس جو صاحب سفارتی مشن لے کر آئے تھے وہ شروع کے دو دن مسلمان بنے رہے اور پنج وقتہ نماز باجماعت کے ساتھ تہجد کا اہتمام بھی فرماتے رہے۔ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ رکھا۔

عیسائی مبلغین کے اِداروں میں کثیر تعداد میں ایسی خوب صورت لڑکیاں بظاہر ملازم ہیں جن کی اصل ڈیوٹی غیر عیسائی لڑکوں سے تعلقات بڑھا کر شادی کرنا ہے۔ ایسی کسی لڑکی سے جب کوئی مسلمان اس شرط پر بھی شادی کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائیں تو وہ بخوشی کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرنے کا اِعلان کر دیتی ہے کیونکہ اگلے دو تین برس میں یہ شوہر و بیوی دونوں عیسائی ہو جاتے ہیں۔ شوہر کو اس کے عوض اچھی ملازمت یا کاروباری مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔

اس مختصر تحریر میں یہ گنجائش نہیں ہے کہ میرے علم میں عیسائی مشنریوں (تبلیغی اداروں) کے ہتھکنڈوں کی جو تفصیلات (ان کے خفیہ اداروں کے پتوں کے ساتھ) ہیں، انہیں کھول سکوں۔ یہاں تو چند حقائق بیان کر کے مولانا کی وسیع النظری اور حالات سے باخبری کا اِعتراف کرنا مقصود تھا۔

وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

سمندر کو قطرے میں سمو دینے کے بعد مولانا ان غیر مسلمین کی چند مثالیں 30 صفحات میں پیش کرتے ہیں جنھوں نے اسلام یا پیغمبر اسلام ﷺ کی عظمت کا اِعتراف کیا ہے۔ لیکن مولانا اتنے کام پر مطمئن نہیں ہیں اور ان حوالوں کو نقل کرنے سے قبل اس ضرورت کا اظہار کرتے ہیں کہ اس کام کو آگے

بڑھنا چاہیے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

'میں اپنے باوقعت اور بالکل سچے دعوے کے واسطے مشتے نمونہ از خروارے چند گواہ پیش کرتا ہوں۔ اگر اس قسم کے شواہد جمع کرنے میں تھوڑی سی کوشش کی جائے تو یقیناً ایک دفتر تیار ہو جائے'۔

کاش مولانا کی خواہش کو پورا کرسکنے کے اہل حضرات اس جانب کچھ توجہ فرمائیں!۔

یہ کس اُلجھی ہوئی گُتھی کو سلجھانے کی باتیں ہیں

مجھے اپنی کم علمی کا اعتراف ہے کہ رسالہ مذکور کے چند جملوں کا مفہوم میں بھی نہیں سمجھ سکا۔ مثلاً درج ذیل جملہ:

'ہمارے مہذب مذہب نے ہم کو بے غیرتی اور بے حیائی سے بھی باز رکھا۔ نہ مسلمان کھڑے ہو کر دھار لگائیں، نہ مذہبی کتاب کے اوراق سے چوتڑ پونچھیں'۔

عیسائیوں اور ہندوؤں کی رسومات کے خاطر خواہ مطالعہ کے بعد بھی ان دونوں گروہوں کی کسی ایسی بے احتیاطی سے واقف نہیں ہوں کہ وہ اپنی مذہبی کتابوں کی بے حرمتی کو روا رکھتے ہوں چہ جائے کہ ان کے اوراق اپنے کولھوں سے لگائیں۔

پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کا
جو مشکل ہے تو اس مشکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا

مولانا حسن رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مصنفہ کتابچے "دینِ حسن" میں مولانا کے اپنے تحریر کردہ 17 صفحات پر مندرجہ بالا سطور میں مَیں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

......لیکن انتہائی دکھ کا مقام ہے کہ مولانا کا عطیہ جتنا بیش قیمت ہے اتنے ہی ارزاں ملفوف میں اسے پیش کیا گیا ہے اللہ تعالٰی کی قدرت ہی ہے کہ حوادثِ زمانہ کی کارفرمائیوں کے باوجود یہ تلف ہونے سے محفوظ رہ سکا۔

غالباً 1880ء میں طبع شدہ اس مجلّہ کا ایک ایک جز اپنی کہن سالی کی فریاد کر رہا ہے۔ مولانا کے نام سے واقف حضرات کے علاوہ تو کوئی وہ ہمت یک جا کر ہی نہیں سکتا کہ کسی کتب فروش کے اسٹال سے دیدہ زیب کتابوں و رسالوں کے جھرمٹ سے اسے خرید سکے۔ (ویسے بھی یہ کتب فروشوں کے یہاں دستیاب نہیں ہوگا)۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس قیمتی کتابچہ کو خوب صورت کتابت اور معیاری طباعت کے ساتھ اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں اچھے کاغذ پر اس کے مندرجات شایان شان انداز میں شائع کیا جائے۔

(اس کے بعد جناب ڈاکٹر صاحب نے "دین حسن" کے جدید ایڈیشن کے لیے کچھ تجاویز تحریر فرمائی ہیں، جن کو ہم حذف کر رہے ہیں کیونکہ ان میں سے بیشتر کا اہتمام ہم پہلے ہی کر چکے ہیں۔ قادری)

یہ تیرے بعد بھی دیکھیں گے بہارِ عالم

ماہ و سال گزر گئے۔ مولانا نے جو موتی بکھیرے تھے ان کی آب و تاب بدستور برقرار ہے، لیکن انہیں چننے والوں نے جس ڈبیہ میں بند کیا تھا وہ وقت کے تھپیڑوں کی متحمل نہ ہو سکی۔
ماہ و سال پھر گزریں گے۔ ان موتیوں کی آب تو کبھی ماند نہ ہو گی لیکن ڈبیہ اگر وقت کے ساتھ ساتھ جلدی جلدی تبدیل نہ ہوتی رہی تو یہ موتی منتشر ہو جائیں گے...... وقت کی سفاک لہروں میں دفن ہو کر کھو جائیں گے اور کوئی ان کی چمک سے فیض یاب نہ ہو سکے گا کیونکہ وقت کبھی کسی کا دوست نہ ہوا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں اور برکتیں مرحوم پر نازل فرمائے۔ ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائے اور ان کی خوبیوں کو ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنا دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

ڈاکٹر سید عبداللہ طارق
نصر اللہ بازار، رام پور، انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زلاف حمد و نعت اولیٰ ست بر خاکِ ادب خفتن

سجودی می تواں کردن درودی می تواں گفتن

خدائے پاک نے اِنسان کو اشرف المخلوقات و بہترین کائنات خلق کیا، اور جوہرِ عقل سے معزز و ممتاز فرمایا کہ وہ اپنی دینی اور دنیوی ضرورتوں میں اس پاک جوہر سے کام لے۔

یہ وہ کسوٹی ہے جو کھوٹے کھرے میں تمیز بتاتی، اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دکھاتی ہے......یہ وہ دولت ہے جو خرچ کرنے سے بڑھتی ہے......یہ وہ آفتاب ہے جس کی روشنی دن رات یکساں رہتی ہے......نہ وہ آفتاب ہے جو صبح کو مشرقی کناروں سے نمودار ہو کر شام کو مغربی کونوں میں جا چھپے، اور اپنی تابش کے خریداروں کو چار پہر انتظار کرنے کے لیے شبِ دیجور کی بھیانک تیرگی میں چھوڑ دے۔

سفر میں، حضر میں، رفتار و گفتار میں، دشت و گلزار میں، روزِ روشن و شبِ تار میں، کوچہ و بازار میں، اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، تکلیف و آرام میں، غرض ہر بات ہر کام میں انسان کو اس کی طرف اِحتیاج ہے۔ جو جتنا خوش نصیب ہے اُسی قدر اُس کا محتاج ہے۔

جب ہم اس چمکیلے جوہر یعنی عقل کی دُوربین نگاہوں کو اپنی ضرورتوں کے وسیع بازاروں میں آزادی کے ساتھ سیر کرنے کی اِجازت دے کر دیکھتے ہیں کہ یہ مصر گراں بہا متاعوں، بیش قیمت چیزوں سے کس شے کی عزت کرتا اور کسے وقعت کی نظر سے دیکھتا ہے، تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر دین کو ہم نے دنیا کے سر صدقے نہیں کیا ہے اور دنیا طلبی کی بدنما زنگ سے ہمارے آئینے کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی خالی بچ رہا ہے تو اُس میں اُسی معشوق، دل رُبا، محبوب مہ لقا کی چمکتی اور دلکش تجلیوں کا عکس پڑتا ہے جسے زمانہ (مذہب) کے مقدس لفظ سے یاد کرتا ہے۔

اور فی الحقیقت دنیا کی وسیع آبادی میں اگر نظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو یہی ایک چیز ہے جو تمام نعمتوں اور سب دولتوں سے زیادہ وقعت کرنے کے قابل ہو۔ جب ہم اپنی ہر ضرورت میں عقل کی مدد کے حاجتمند ہیں، اور اپنے ہر کام میں اُسے صرف کرتے ہیں تو ہم کو ضرورت ہے کہ ہم سب سے اہم

کام، سب سے بڑی ضرورت یعنی مذہب میں بھی اُس سے امداد کے خواستگار ہوں کہ جب تک راہبر سے رسم و راہ نہ ہوگی منزل -- جس کی تلاش میں ہم کورکورانہ چل کھڑے ہوئے ہیں -- بہت دُور جا پڑے گی، بلکہ کبھی نہ ملے گی۔

لکیر کے فقیر جو باوجودِ عقل و علم، مذہب میں غور و فکر نہیں کرتے اور مذہب کو یا اُن کے مورِث کی پیدا کردہ جائداد ہے جسے وہ اُس کی زندگی میں برتا کیے، اور مرنے کے بعد ترکہ میں پائی، بالکل اُس راہگیر کے قدم بقدم ہیں جس نے راہنما کا دامن چھوڑ کر اندھی سے منزل تک پہنچنا چاہا ہے۔

مذہب ہر شخص کا اُسی کے ساتھ ہے۔ کوئی کسی کے ساتھ قبر میں جاتا ہے، نہ صندوق میں بند ہو کر کھڑا دفن ہوتا ہے، بھڑکتی آگ میں جلنے والے کے ساتھ کون جل گیا! لہراتی ہوئی موجوں میں بہنے والے کے ہمراہ کون بہ گیا!! -"اپنی کرنی اپنی بھرنی"۔

مرنے کے بعد زندہ ہونا ضرور ہے جسے بہ تبدیلِ صورت قریب قریب سب مذہب والے تسلیم کر چکے ہیں۔ اور خود مذہب کی مقدس ہستی اس مسئلے کو بہت سنجیدگی کے ساتھ صاف صاف بیان کر رہی ہے کہ دنیا کی ضرورتوں میں کوئی مسلمان، کوئی مسیحی، کوئی ہندو اپنے مذہب کی وجہ سے لائق اور ہوشیار نہیں مانا گیا۔

اگر انسان کو پیدا ہو کر زندگی کے بعد ابدی موت سے ملاقی ہونا ہوتا تو پابندیِ مذہب ضرور ایک فضول چیز مانی جاتی۔ اس کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ ہر قوم میں مذہب کی بڑی پکار ہے۔ مدرسے مقرر ہوتے ہیں، کالج کھولے جاتے ہیں، ہزاروں روپے صرف کرتے ہیں، محنت اُٹھائی جاتی، مشقت برداشت کی جاتی ہے کہ مذہب رواج پائے، مذہب ترقی پر آئے، مذہب کا فدائی، مذہب کا شیدائی، مذہب کو جس پیار سے دیکھتا ہے کسی چیز کو نہیں دیکھتا، تو ضرور ہے کہ مذہب سب سے زیادہ عمدہ چیز ہے، اور اُس کے پابند کو اُس کی خوبیوں سے دوسری زندگی میں کامیابی کے ساتھ بھرپور نفع اُٹھانے کا پورا یقین، جب تو آزادی کو چھوڑ کر پابندیِ کشاکش میں رہنا پسند کرتا ہے۔

مذہب کے عزیز رکھنے والے مذہب کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے بلکہ مذہب پر جان قربان کر دینے کو بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ تاریخی دنیا میں ایسی ایسی بے شمار نظیریں موجود ہیں اور اب بھی جن کو

اُس کے رتبہ کی کچھ خبر ہے اور اُس کے ساتھ قدرے لگاؤ ہے وہ جان اسی طرح دے دیتے ہیں گویا اُن کی جان اسی دن کے واسطے تھی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جب انسان کی جان پر بنتی ہے مال خرچ کرڈالتا ہے، آبرو پر بات آتی ہے تو جان و مال اُس کے صدقے میں دے دیتا ہے؛ مگر جب پیارے مذہب پر وار ہوتا ہے تو جان و مال، عزت، آبرو سب کو سپر بنالیتا ہے۔ان حالتوں پر خیال کرنے سے بھی دوسری زندگی کا بہت زور کے ساتھ یقین ہوتا ہے جب مذہب ایسی کارآمد اور ضروری چیز ہے، جس کی خوبیوں کا بڑا حصہ دوسری زندگی میں ہم کو نفع پہنچانے کے لیے اُٹھا رکھا گیا ہو تو ہم کو واجب ہے کہ اپنے مقدور بھر اُس میں غور کرنے کی کوشش کریں، اور جانچ پڑتال میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں کہ مذہبی بازار سے اُس طریقہ کی خریداری کریں جس میں ناموزوں پیچیدگیاں یا کھوٹے پن کی آمیزش نہ ہو۔

افسوس مٹی کے برتن کا خریدار اُسے اُلٹ پلٹ کر دیکھے، ٹھونک بجا کر لے اور ہم مذہب جیسی ضروری چیز کو بے سوچ سمجھے اختیار کر بیٹھیں۔اگر یہ پرلے درجے کی نادانی اور انتہا درجے کی حماقت نہیں تو کیا ہے؟۔

آج دنیا میں بہت سے مذہب ہیں اور سب کے اُصول میں باہمی اختلاف؛ مگر ہر مذہب والا اسی کو حق اور دُرست سمجھے ہوئے ہے جس سے اُسے دلچسپی حاصل ہو ع:

کس نگوید کہ دوغِ من ترش ست[1]

مگر خوب سمجھ لینا چاہیے کہ عقل سلیم اسے ہرگز گوارا نہ کرے گی کہ زیادہ تو زیادہ دو مختلف الاصول مذہب بھی حق ہوں؛ لہٰذا ضرور ہوا کہ ایک ہی مذہب حق ہو اور اُس کی مخالفت کرنے والے مذاہب باطل۔

اب طرفداری اور ہٹ دھرمی کے خیال سے بچ کر غصے اور عداوت کو بالائے طاق رکھ کر آزادانہ روش سے اگر نظر کیجیے تو ایسا مذہب جس نے پاکیزگی کی گود میں نشوونما حاصل کی ہو------ تہذیب کے دودھ سے پرورش پائی ہو------ جس نے نفسانی خواہشات لہو ولعب خرافات سے باز رکھا ہو------

---

[1] کسی کو اپنا جھوٹ تیکھا نہیں معلوم ہوتا (کوئی بھی اپنی دہی کھٹی نہیں بتاتا)۔افروز قادری

جس نے عبادت پر طہارت کو مقدم مانا ہو...... جس کے پیرو کا پہلا قدم پاکی کے دل کشا راستے میں پڑے...... جس کے متبع کا پچھلا قدم خدا کی یاد میں اُکھڑے اِسلام ہی دکھائی دے گا۔

جس خوش نصیب کے دل میں اس کی دل چھین لینے والی اَدائیں گھر کر گئیں اُس سے پوچھنا چاہیے کہ تُو نے ایسا کیا مزہ پایا جو زن و فرزند، یار و دیار چھوڑ بیٹھا، ایسا کیا لطف اُٹھایا کہ دفعۃً سب سے منہ موڑ بیٹھا، ایسے ایسے واقعات سے تاریخی دنیا کا ایک بڑا حصہ آباد ہے، اور اب بھی رات دن یہ دلچسپ معاملات نگاہوں کے سامنے آتے رہتے ہیں۔

اِس مذہب میں نہ خوبصورت پتلی کمر والی قاتی عورتوں کا لالچ دیا جاتا ہے، نہ ناپاک شراب پیش کی جاتی ہے، نہ مشاہرہ مقرر ہوتا ہے؛ بلکہ یہاں تو پکار پکار کر کہہ دیتے ہیں کہ آزادی چھوڑ کر پابندی اِختیار کرنی ہو، دنیوی آسائش سے منہ موڑ کر تکلیف اُٹھانی ہو تو ہماری طرف قدم اُٹھانا۔ جھوٹے دوستوں کو دشمن، اجنبی یگانوں کو بیگانہ بنانا ہو تو ہماری جانب آنا۔

اگر اِبتدائے اِسلام کی حالتوں کا مشاہدہ کیا جائے گا تو میرے بیان کی تصدیق و تائید بہت اچھی طرح سے ہو جائے گی، اور ایک ایسا عبرتناک منظر نظر آئے گا جس کا دردناک نظارہ ہمدردی کی آنکھوں کو بے خون رُلائے نہ چھوڑے گا۔

کفار نے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کی مقدس گردن میں رسی باندھ کر لڑکوں کے حوالے کیا ہے، وہ انھیں مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے ہیں، پھندا یہاں تک سخت ہو گیا ہے کہ گردن میں زخم پڑ گیا ہے...... ایک کو لوہے کی زرہ پہنا کر گرم دھوپ میں بٹھایا گیا ہے...... دوسرے کو گرم ریت پر لٹا کر جلتا جلتا پتھر سینہ پر رکھ دیا گیا ہے۔

حضرت یاسر (رضی اللہ عنہ) مع اپنی زوجہ کے اسی وجہ سے شہید کیے جا رہے ہیں کہ اسلام لے آئے...... جناب عمار (رضی اللہ عنہ) اسی سبب سے آگ میں ڈالے گئے ہیں کہ مسلمان ہو گئے...... نمازیوں پر نجاست پھینک رہی ہے...... راستہ چلتے گالیوں کی بوچھار اور پتھروں کی بھرمار ہے؛ غرض غربائے اِسلام ہیں اور بے اندازہ دردناک تکلیفیں اور ناقابلِ برداشت مصیبتیں۔

زور اغیار و از دیوار سنگ یاری آید

بلائے دردمنداں اَز در و دیواری آید [۱]

اِنصاف پسند طبیعتیں اور حق جُو نگاہیں اگر ان حالات کو دیکھیں اور خیال کریں تو اسلام کی حقانیت روزِ روشن کی طرح انھیں نظر آجائے گی کہ اگر ان مقدس حضرات نے اسلام کا حق ہونا آنکھوں سے ملاحظہ نہ فرمالیا تو زن و فرزند سے منہ موڑنا، وطن جیسی محبوب چیز چھوڑنی، تکلیفیں جھیلنی، مصیبتیں بھرنی، عیش و آرام سے درگزرنا، سخت سخت بلائیں خوشی سے اختیار کرنا؛ یہاں تک کہ جانیں دے دینا کیونکر گوارا کیا!۔

اگر کسی دوسرے مذہب کی ابتدائی اشاعت میں ایسی جانگزا آفتیں، یہ حوصلہ فرسا زحمتیں (جو مشتے نمونہ بیان کی گئی ہیں) سدِ راہ ہوتیں اور اُس کے مقلدوں کے اِستقلالِ مذہبی کا لفافہ نہ کھل جاتا، اور ایسی پُرجوش روک ٹوک پر ایسی کامل ترقی پاتا تو سمجھتے کہ فدایانِ بطلان ہم استقلالے دارند [۲]

ایسی نظیر اگر کوئی مذہب اپنے تاریخی قانون میں رکھتا ہو تو پیش کرے!۔

اِسلام کی اشاعت اور اُس پر جوشیلی مخالفت

اس مقدس دین کی بنیاد ملک عرب میں ڈالی گئی، جس کے باشندے بالعموم تین سو ساٹھ (360) بتوں کی پرستش کرتے اور اس ناجائز عبادت کے ساتھ کامل دلچسپی رکھتے۔ اُن کی جنگ جُو طبیعتیں، وحشی عادتیں، فساد انگیز حالات، مفسدانہ خیالات، ذرا سی بات پر کٹ مرنا، برسوں قتال کرنا، اور اپنی بات بالا رکھنا کس پر ظاہر نہیں!۔

ایسی حالتوں میں ملک بھر بلکہ تمام دنیا کے خیال کے خلاف یہ حق مذہب ظاہر فرمایا گیا اُن کے دینِ باطل کا اِبطال ڈنکے کی چوٹ کیا گیا۔ اُن کے خداؤں کی جماعت کو حقارت سے دیکھنا اور توہین کے کلمات سے یاد کرنا، زہریلی بِرّوں کے چھتے کو چھیڑ دینا تھا، اس مخالفت نے ملک میں آگ لگا کر

---

[۱] رقیبوں کے بام و در سے مہربان دوست پتھروں کی بارش کر رہا ہے۔ در و دیوار سے دردمندوں کی بلائے بے درماں اُتری پڑتی ہے۔ افروز قادری

[۲] باطل کے حمایتی بھی اپنے اندر استقلال و ثابت قدمی رکھتے ہیں۔ افروز قادری

طبائع میں پُرجوش اِشتعال پیدا کردیا۔

ہر شخص نے مسلمانوں کی ایذا رسانی بلکہ قتل پر کمر باندھ لی۔یہ جوشیلی مخالفت رات دن آناً فاناً ترقی پکڑتی گئی، اور یہ بے تمیزی کی کالی گھٹا شدت سے گرمایا کی؛ مگر اُس کی سعی بے سود اور اُس کی کوشش بے اثر رہی، اور اسلامی پودا (جسے عداوت کی آندھیاں جڑ سے اُکھاڑنا چاہتی، اور عناد وحسد کے تیر ٹکڑے ٹکڑے کرکے خاک میں ملا دینے کی خواہش رکھتے تھے) دن دونا رات سوایا سرسبز وشاداب ہوتا رہا، اور اُس کی بڑھنے والی ڈالیاں، سایہ دار پتیاں حیرت زا ترقی کے ساتھ نمو پاتی رہیں؛ یہاں تک کہ آج کروڑوں مسلمان –کثرھم اللّٰہ تعالیٰ– اُس کے سایہ میں بیٹھے دنیا میں جلتی ہواؤں کے مزے لے رہے ہیں ایک کی وارد ہوتے ہیں اور دوچوں کے بھی بُرے کہلاتے ہیں۔

یہ کیا تھا کہ ایک ملک بلکہ ایک جہاں سے ایک کا ہاتھ نہ رُک سکا، لاکھوں کی کروڑوں تدبیروں سے ایک جان کا کچھ نہ بگڑا۔اس کے سوا کچھ خیال میں نہیں آسکتا کہ جس ہاتھ سے حق جاری ہوتا ہے حق برسر یاری ہوتا ہے جو جان' حق کی مدد کرتی ہے حق اُس کی مدد فرماتا ہے۔اُس کے دشمن حق کے دشمن، اُس سے جھگڑنے والے حق سے لڑنے والے ہوتے ہیں، پھر خدا سے لڑائی ٹھانے کب بچے!۔

اِسلام کی بنیاد اگر کسی سلطنت کے ہاتھوں سے رکھی جاتی تو سمجھ میں آسکتا تھا کہ بزورِ حکومت اس مقصد میں کامیابی حاصل کی گئی، برخلاف اس کے ایک ایسے گھر میں چراغ کو روشن کیا گیا ہے جس میں مہینہ مہینہ بھر آگ نہ جلتی۔کئی کئی دن چند چھوہاروں پر گزرتی ......کبھی تین تین دن وہ بھی نہ ملتے...... کپڑوں میں سترہ سترہ پیوند سلتے!۔

اب ذی رائے حضرات نگاہِ انصاف سے دیکھیں اور تحقیق طلب دل سے خیال کریں کہ ایک شخص جو نہ کسی سے ایک حرف پڑھے ......نہ تربیت یافتہ لوگوں کی صحبت پائے ......نہ کوئی ظاہر میں اُس کا مربی ہو بلکہ بچپن ہی میں یتیم ہوجائے ......نہ دنیا کی حکومت اُس کے ہاتھ آئے......جس قوم میں پیدا ہوا اُسی میں بڑھے......نگاہ کے سامنے رہے......فقر وفاقہ میں گزران کرے......کوئی اُس کا ساتھ نہ دے...... مذہب جیسے معاملہ میں دفعۃً ایسے زور کے ساتھ دعویٰ کرے کہ یہ قانون جو میرے برکت والے ہاتھوں میں ہے سچا قانون، اور خدا کا کلام ہے اور میں اُس کا نبی مرسل۔

فصحائے عرب جن کی فصاحت نے ملک میں اپنے سکے بٹھا رکھے ہوں، اور جنھوں نے فخریہ طور پر اپنے سات (7) قصیدے کعبے کے دروازے پر۔جہاں زمانہ جاہلیت میں بھی ملک ملک کے آدمیوں کا ہر سال مجمع ہوتا تھا۔اس غرض سے آویزاں کیے ہوں کہ ہے کوئی جو اِن کا جواب لکھے۔وہ اس مقدس قانون کے ایک جملے پر قبل قبول مذہب بعجز وندامت کے ساتھ اپنے قصائد اُتارلیں۔

دولت مند جتھے والے (جو مخالف کے قتل کو بائیں ہاتھ کا کھیل جانیں، خودسری اور آزادی کی وجہ سے قصاص سے بے خوف رہیں) کمیٹیاں کر کے کوشش کریں کہ اس قانون کے رواج کا کامل اِنسداد ہو جائے اور اُس کا مقدس منشا نافذ نہ ہونے پائے۔پھر ثروت والوں کی ہر تدبیر بے کار ہو، اور اُسی کے قانون کا رواج و اِعتبار ہو۔اس مجموعی حالت پر بے تعصبانہ غور کرنے سے کیا منصف طبیعتیں اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمّدا رسول اللّٰہ نہ کہہ اُٹھیں گی۔

اِسلام کی کتاب

اسلام کی بنیاد قرآن پر رکھی گئی ہے، اور قرآن کا کلامِ الٰہی ہونا خود قرآن سے ثابت کہ فرماتا ہے:

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ ۝ (سورۂ بقرہ ۲/۲۳)

اس کی سی ایک سورت تو لے آو!۔

اہلِ عرب کہ اُس زمانہ میں فصاحت پہ مرتے تھے، انتہا کی کوشش کرتے تھے اس کلام کو سن کر حیرت زا سکوت میں آگئے۔ہزاروں فصیح ایمان لے آئے کہ ممکن ہی نہیں کہ یہ کلام غیر خدا کا کلام ہو۔ پھر قرآنِ مجید اتنی بڑی کتاب ہونے پر مسلمانوں بلکہ اُن کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو جو ابھی سنِ شعور کو بھی نہیں پہنچے ہیں، نہ عربی اُن کی مادری زبان ہے، اس شان سے یاد ہو جاتا ہے کہ حرکت، سکون، اَوقاف، جائز، مطلق آیت، آدابِ قراءت وغیرہ وغیرہ بے مطلب سمجھے اُن کی زبان کی نوک پر ہوتے ہیں، اگر یہ کلام کلامِ الٰہی نہ ہوتا تو ان ناسمجھ بچوں کے ننھے ننھے دلوں اور کچے کچے کمزور حافظوں میں اتنی قدرت کہاں کہ اتنی بڑی کتاب اس طرح حفظ کرلیں!۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بچے کہانیاں بہت جی لگا کر سنتے ہیں، اور ایک ایک کہانی کئی کئی بار اُن کے کان تک پہنچتی ہے۔ مگر اُن میں یہ طاقت نہیں کہ وہ چھوٹی سی کہانی باوجود اپنی زبان ہونے اور دلچسپی کے اُسی طرح دوہرا سکیں۔ مخالفین کے یہاں ایسی ایک نظیر بھی دنیا بھر میں تلاش کیے نہ ملے گی، اور ہمارے یہاں ہر شہر میں سینکڑوں حافظ موجود ہیں۔

اِسلام کی عبادت

ہر مذہب میں عبادت کو ایک اعلیٰ رکن خیال کیا جاتا ہے۔ اب مسلمانوں کی عبادت کا دلکش سماں اِنصاف کی آنکھوں سے ملاحظہ ہو تو پاکیزگی اور سنجیدگی کا عالم نگاہ کے سامنے ہو جائے گا۔ اُس کا پہلا رکن پاکی یعنی وضو ہے۔ اُس کی اِبتدا اللہ اکبر یعنی اللہ کی بڑائی سے ہے۔ اور انتہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ یعنی سلامتی اور خدا کی رحمت پر۔

ہم اِس مذہب مہذب کا شکریہ کسی طرح ادا نہیں کر سکتے جس نے ہم کو آٹھویں دن گرجا میں سیٹیاں بجانے، تالیاں پھٹکارنے، غیر عورتوں کے ساتھ گانے اور غل مچانے سے روکا اور شوالے میں گھنٹے بجانے، ناقوس پھونکنے، پہاڑوں کے بچوں، انسانی صنعتوں یعنی بتوں کو خدا سمجھنے اور بھوگ لگانے سے منع کیا۔

ہمارے مذہب نے ہم کو ایک خدا کے سامنے سر جھکانے کی ہدایت فرمائی۔ جس مذہب میں عابدوں سے زیادہ معبود ہوں، یا جس میں تین زاویوں والے مثلث کی پرستش ہو، جس کا ایک زاویہ مذہبی طور پر خارج ہو کر مثلث کو ناقص و ناتمام چھوڑ جائے، اُن کی جو حالت ہے اِنصاف پسند اور حق جُو طبیعت پر بخوبی روشن ہے۔

اِسلام کی تہذیب

پادری اور برہمن جو اپنے اپنے مذہب کے پیشوا تسلیم کیے جاتے ہیں، باوجود مالدار ہونے کے مذہبی طور پر بالعموم شدت سے طامع اور لالچی ہوتے ہیں کہ ان کے مقلدوں کی آمدنی کا ایک معقول

حصہ اُن کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔ جیتے جی تو جیتے جی، مرنے پر بھی غریبوں کا پیچھا نہیں چھوٹتا۔ نوچا ناچی چلی جاتی ہے۔ ہر خوشی ہر غمی میں بے اُن کے شریک کیے کام نہیں چلتا؛ گویا مذہبی پیشوائی مالِ مفت ڈکارنے کی مشین، اور یہ ممتاز عہدہ بالجبر بھیک حاصل کرنے کا ایک پاس ہے، کہ جیو یا مرو، یاروں کا ٹکا ادھر دھرو۔

اِسلام اپنے علما کو باوصف اِفلاس' طامع ہونے سے منع کرتا ہے۔ نہ اُن کے مقلد مذہبی طریقہ سے مجبور کیے گئے ہیں کہ بے اُن کی شرکت کے یا بغیر کچھ نذر رکھے کوئی کام انجام نہ پائے؛ بلکہ اسلام نے طمع اور لالچ کے دروازے بہت زور سے بند کردیے ہیں۔ اور حبِ دنیا کو ذلت کے ساتھ پس پشت ڈال دیا ہے، اور فرمادیا ہے کہ دُنیا مومن کے حق میں جیل خانہ ہے، ملعونہ ہے، مُردار ہے، اس کے آرزو مند اس کے طلبگار مُردار خوار کتے ہیں۔

یہاں سے ہر عقل مند خیال کرسکتا ہے کہ جو مذہب اپنے مقلدوں کے پیشواؤں کو لالچی اور طامع بننے کی ہدایت کرے، اور اُن کی آنکھوں پر لالچ کی سنگین پٹی باندھ کر بٹھادے (جس کے سبب سے وہ راہ دکھانا تو بڑی چیز ہے، بے دوسرے کے سہارے ہدایت کی راہ میں خود دو قدم چلنے کے قابل نہ رہے اور بہ مصداقِ 'بدوزد طمع دیدہ ہوشمند' کے مصداق بن بیٹھے) حق ہونے کی قابلیت رکھتا ہے، یا جس مذہب میں ایسے شیوے، بہ دتیرے ذلت کی نظر سے دیکھے جائیں، قابلِ نفرین وملامت ٹھہریں، وہ سچائی کی جان اور راستی کی کان ہوسکتا ہے!۔

ہمارے مہذب مذہب نے ہم کو بے غیرتی اور بے حیائی سے بھی باز رکھا۔ نہ مسلمان کھڑے ہو کر دھار لگائیں، نہ مذہبی کتاب کے اَوراق سے چوتڑ پوچھیں، نہ عورتوں کو کھلی سواریوں میں بٹھا کر باغوں کی سیر کریں، اور نہ ان کی عورتیں بھری محفل میں غیر مردوں سے تتھئی ہو کر ناچیں، نہ عمدہ پوشاکوں، بیش قیمت زیوروں سے آراستہ ہو کر اپنی خوشی کی تقریب میں بے پردہ گاتی بجاتی، آزادانہ طور پر نکل کر راستہ گیروں کو سڑی سڑی گالیاں سُنائیں۔

(یہ سب) دو حال سے خالی نہیں، یا تو یہ مذہبی احکام ہیں جو عبادت سمجھ کر بے مزاحمتِ احدے و مداخلتِ دیگرے بے دھڑک اَدا کیے جاتے ہیں، یا مذہب تو روکتا ہے مگر مذہبی پیشوا سوجھ کی ناس لیے

بیٹھے ہیں۔ اگر مذہب نے اجازت دی ہے تو ایسے مہذب اور حیادار مذہب کا کیا کہنا!۔ اور اگر مذہبی پیشواؤں نے نظارہ بازی کی طمع یا اس سے بھی بڑھ کر کسی دوسرے شرمناک لالچ سے سکوت اختیار کرلیا ہے تو ہم اسی قدر کہنا کافی سمجھیں گے کہ مذہبی اَحکام کی اشاعت مذہبی پیشواؤں سے متعلق ہوتی ہے جب اُن کا یہ حال ہے تو ہدایت کہاں کی!۔ پیرو بیچارے مارے پڑے۔ پیر خود درماندہ شفاعت کس کی کریں!!۔

اِسلام کی حقانیت پر ایک روشن و مضبوط دلیل

قرآن مجید فرقانِ حمید میں ہمارا خدا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے:

وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ۝ (سورۂ انشرح ۹۴/۴)

ہم نے تمھارے لیے تمھارا ذکر بلند کیا۔

اب دیکھنے والے ٹوپیاں تھام کر رفعتِ ذکر کے علو جاہ کو دیکھیں تمام ملأ اعلیٰ میں انھیں کا ذکر ہے عالم بالا میں انھیں کی فکر ہے، حوروں کی انجمن میں انھیں کی یاد ہے، ملائکہ کی محفل اسی یاد سے آباد ہے معظم اَماکن، مقدس مقامات میں ان کے اوصاف کی دھوم ہے، کل کائنات سب مخلوقات کو اُن کی وجاہت معلوم ہے۔

یہ امر کچھ بھی تعجب خیز نہیں کہ مسلمان اُن کے ثنا خواں ہیں۔ یہ بات ذرا بھی حیرت انگیز نہیں کہ ملائکہ اُن کی صفت میں تر زبان ہیں۔ سدرہ کے شاخوں پر بسنے والے اُن کی تعریف کیا ہی چاہیں، طوبیٰ کی ڈالیوں پر بیٹھنے والے اُن کا دم بھرا ہی چاہیں، گلشن والے اگر اُن کی یاد میں چہچہائے یا جنگل والوں نے اُن کے گیت گائے تو اس کا کچھ بھی اچنبھا نہیں کہ یہ مقدس ذکر اُن کی جاں ہے، اور یہ مبارک قرآن کی روحِ رواں۔

تعجب کا مقام اور حیرت کی جگہ تو یہ ہے کہ 'وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ' کے زبردست اثر نے یہاں تک ترقی کی کہ مخالفین سے بھی ان کی کہلوا چھوڑی اور جھوٹ بولنے والی زبانوں اور بداندیش دلوں سے اپنی مدح کے بول بلوا لیے!۔

اے میرے سچے خدا کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

اے سچے رسول کے ظاہر کیے ہوئے سچے اسلام!

ع: بول بالا رہے عالم میں ہمیشہ تیرا

قاعدے کی بات ہے کہ زمانے میں ہر درجہ کا آدمی مذہب تو مذہب اپنی ہر چیز کو اچھا سمجھتا ہے اور اُس کی تعریف کرتا ہے مگر حقیقت میں چیز وہ اچھی ہے جسے دشمن بھی اچھا کہیں

ع: والفضل ما شهدت به الاعداء [۱]

میں بڑے دھوم دھامی دعوے سے ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ دنیا بھر کے مذہبوں میں یہ دولت صرف میرے پیارے مذہب اِسلام ہی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے۔اس کی آفتاب سے زیادہ روشن حقانیت نے دوسرے مذاہب کی طرح اپنے منہ میاں مٹھو بننا پسند نہ کر کے اپنے بدگویوں سے اپنی مدح وثنا کہلوائی، پھر وہ بھی کھلے کھلے الفاظ میں ایسی تفصیل کے ساتھ کہ باید وشاید!۔

اِسلام کی تعریفیں اُس کی عبادات، اُس کے معاملات، اُس کے پیشواؤں، اُس کے پیروؤں وغیرہ وغیرہ کی مدح سرائیاں؛غرض اللہ تعالٰی کی قدرت نظر آتی، اور حقانیت اسلام کی زبردست شوکت اپنی دلکش تجلیاں دکھاتی ہے۔

میں اپنے باوقعت اور بالکل سچے دعوے کے واسطے مشتے نمونہ از خروارے چند گواہ پیش کرتا ہوں۔اگر اس قسم کے شواہد جمع کرنے میں تھوڑی سی کوشش کی جائے تو یقیناً ایک دفتر تیار ہو جائے۔

وباللّٰہ التوفیق وھو خیر رفیق ۔

اِنتخاب لکچر پادری ایزک ٹیلر-مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور-

(ص ۱۷) جو شخص مذہب اِسلام قبول کرتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے اسی مذہب کا ہو رہتا ہے، اور اُس کی گرفت بڑی مستحکم ہوتی ہے، عیسائی مذہب کی گرفت ایسی مستحکم نہیں ہے۔[حاشیہ اگلے صفحہ پر]

---

[۱] اصل فضیلت وہ ہوتی ہے جو دشمن سے بھی خود کو منوالے۔افروز قادری

......(چند سطر بعد)......عیسائی مذہب کا نمبر حد سے چڑھا اور بہت ہی بڑھا ہوا ہے؛ لیکن اسلام نے دنیا کے مہذب بنانے میں عیسائی مذہب سے زیادہ کام کیا ہے۔

مولف: اس کے بعد پادری صاحب اسلام کی وجہ سے جو اوصاف مسلمان ہو جانے والوں میں پیدا ہو جاتے ہیں بیان کرتے ہیں اُن میں سے دو وصف نقل کیے جاتے ہیں جو نہایت قابل لحاظ اور ایک سچے انصاف کے ساتھ دیکھنے کے قابل ہیں۔

(ص ۱۸) بے حجابی کے ساتھ ناچنے کودنے اور علانیہ زن و مرد کے ہم صحبت ہونے کی عادتیں چھوٹ جاتی ہیں۔ عورات کی عفت کا ایک وصف خاص کے طور پر خیال کرتے ہیں......(چند سطر بعد) ......ہم نے لکھوکھا (یعنی لاکھوں) اور کروڑہا روپیہ اور بے شمار جانیں افریقہ میں تلف کرادیں، اور اُس کے معاوضہ میں بہت کم ایسی باتیں ہوں گی جن کو ہم پیش کر سکیں تو عیسائیوں کا شمار ہزاروں میں کیا جا سکتا ہے اور تو مسلموں کا حساب لاکھوں کے ذریعہ سے لگ سکے گا۔ یہ بڑے بے ڈھب واقعات ہیں جن کا جواب دینا مشکل ہے اور اُن سے تجاہل کرنا سخت جہالت ہے۔

(ص ۱۹) اِسلام میں عملی طور پر اُخوت کا برتاؤ ہوتا ہے کہ تمام مسلمان ہر صحبت میں یکساں سمجھے جاتے ہیں۔ یہ اسلام میں ایک ایسی چاشنی ہے جس کو دیکھ کر منہ میں پانی چھوٹنے لگتا ہے۔

(ص ۲۱) پس ہم کہتے ہیں کہ ہم کو یاد رکھنا چاہیے کہ بعض باتوں میں مسلمانوں کا اخلاق ہمارے اخلاق سے بڑھا ہوا ہے۔ خدا کی مرضی پر شاکر رہنا پرہیز گاری خیرات، راستی باہمی اُخوت ان سب باتوں میں اہل اسلام اک ایسی نظیر قائم کرتے ہیں جس کی اگر ہم تقلید کریں تو ہمارے لیے بہتر ہو۔ اسلام نے شراب خوری، قمار بازی اور زنا کاری ان تینوں برائیوں کو۔ جنھوں نے عیسائی ملکوں کو بالکل ذلیل وخوار کر رکھا ہے۔ یک قلم موقوف کر دیا۔

حاشیہ ص 38......[۱] وہی بات ہے جو ہرقل عالم بادشاہ نصاریٰ نے حضرت ابو سفیان سے کہ اُس وقت تک مشرف با اسلام نہ ہوئے تھے (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے حالات دریافت کرکے کہی تھی کہ تم کہتے ہو کوئی ان کے دین میں جا کر نہیں پھرتا ایمان کا یہی حال ہے جب وہ دل میں گھر کر لیتا ہے۔ ۱۲ مولف

انتخاب لکچر ڈاکٹر جی ڈبلیو لائیٹنر۔مطبوعہ رحمانی پریس لاہور۔

(یہ لکچر انگلش مین اخبار مورخہ ۲۶ جولائی ۱۸۷۹ء میں چھپا)

صفحہ نمبر ۳، میں عیسوی موسوی مذاہب کا ذکر کر کے لکھا :

یہ دونوں مذہب دین اسلام کے زینے [۱] ہیں اور جس مذہب کی تعلیم حضرت نے کی وہ اُس کی بلندی کی کامل انتہا ہے۔ہم بھی اسی تلاش میں سرگرداں رہنے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ احکام الٰہی کی پوری تعمیل کریں۔خدا کو اپنے روزانہ کاروبار میں ہروقت حاضر وناظر سمجھیں؛ تاکہ ہم کو امن حاصل رہے جو فہم وادراک سے مبرا ہے،اور قضائے الٰہی کے تابع رہیں؛ لیکن مسلمانوں میں یہ عقیدہ بڑھتے بڑھتے اُن کی مذہبی عمارت کا وہ پتھر بن گیا ۔[۲] جو ٹھوکر کھانے والے کونے پر لگا رہتا ہے۔

......(چند سطر بعد)......اپنے عیسوی اور موسوی مذاہب کی پوری واقفیت سے کہہ سکتا ہوں کہ حضرت محمد (ﷺ) نے اپنے مذہب کی بنیاد صرف دوسرے مذہبوں کی نقل کرنے یا اُن کے عمدہ مسائل چن لینے ہی پر نہیں قائم کی؛ بلکہ اگر خداوند کریم کے پاس سے اِلہام آنا برحق ہے تو آپ کا مذہب الہامی بھی ضرور تھا۔میں نہایت اَدب سے اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر نفس کشی،کاروبار میں راست بازی،اپنی تبلیغ پر پکا بھروسا،زمانے کی قباحتوں میں حیرت انگیز عبور،اُن کے دفع کرنے کے واسطے اچھے ذریعے حاصل کرنا اور اُن کا عمدہ طور پر کام میں لانا الہام کے ظاہر آثار ہوں تو حضرت محمد (ﷺ) کا مشن بے شک الہامی تھا۔

---

[۱] یعنی جو قدیم سے ان مذہبوں پر ہو جب نظر انصاف سے غور کرے کہ موسوی وعیسوی دین کی اصلی سچائی (جو بعد کی آمیزشوں سے پاک ومنزہ ہے) کیا چاہتی ہے،تو صاف صاف جان لے کہ جو وہاں تمنا وخواہش ہے، اسلام میں حاصل ہے۔اسلام ہی سچا دین کامل ہے۔لاجرم اسے قبول کرے اور اگر کوئی دہریہ دہریت یا مشرک شرک کی برائی سے بیزار ہو کر کسی ذریعہ سے یہودی یا نصرانی بنے اور ابھی تلاش حق اُسے باقی ہو تو انھیں زینوں سے اسلام تک رسائی ہو جیسا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے واقع ہوا۔

[۲] یہ پتھر ایک معمولی ہوتا ہے کہ بہت افراط اور ارزانی سے پایا جائے اسی طرح مسلمانوں میں یہ عقیدہ ہے جس کی تمنا اور مذہب کے عقلا کرتے ہیں اور نہیں ملتا۔ ۱۲ مولّف

(س ۴) آپ کے اس خیال نے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مذہب کی برکتیں میری ہی قوم تک محدود نہ رہیں بلکہ دنیا بھر میں پھیل جائیں، کروڑوں بنی نوعِ انسان کو مہذب اور شائستہ بنا دیا۔ اگر آپ ہمدردی کو دخل نہ دیتے تو یہ سب لوگ وحشی کے وحشی رہ جاتے، اور اُن میں وہ اخوت قائم نہ ہوتی جو اسلام نے فطری اور عملی طور پر کر کے دکھا دی۔

(س ۵) ظاہراً مسلمانوں کی مقدس کتابوں میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی پابندیوں کے واسطے ضروری ہدایات موجود ہیں، چونکہ وضو نماز سے قبل کیا جاتا ہے؛ اس لیے اس مسئلۂ صفائی پر- کہ صفائی خدا شناسی کا آسان ذریعہ ہے- مسلمان عملی طور پر پابند ہیں۔

(س ۶) زکوٰۃ دینے والے کو اس غرض سے کہ خدا کے نزدیک بھی وہ مقبول ہو جائے، یہ ثبوت دینا ضروری ہے کہ وہ رقم اُس کے قبضے میں بطریق جائز آئی ہے۔

(س ۷) شراب، خنزیر، غیر ذبیحہ گوشت کی ممانعت اور اُن اشیا کے جدا کر دینے کے احکام جن کا رہ جانا باعث نقصان ہے مسلمانوں پر تکلیف دہی کی غرض سے نافذ نہیں کیے گئے ہیں بلکہ جسمانی و روحانی فائدہ رسانی کے لیے جاری ہوئے ہیں۔

(س ۸) جماعت اسلامی کا خاموش سکوت اور قاعدے سے نماز کے مختلف ارکان ادا کرنا دلوں کو عبادتِ الٰہی کا جو سماں دکھاتا ہے اُس سے بڑھ کر کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔ انگریز لکیر کے فقیر بننے پر معترض ہوتے ہیں؛ لیکن اکثر منشاے اصول چھوڑ کر وہ خود رسم و رواج کی پرستش کرنے لگتے ہیں۔ فی الحقیقت انگریزوں کی چھان بنان صد ہا خرابیوں کی جڑ ہے۔

......(اور اسی صفحے پر)......ہم نہیں سمجھ سکتے کہ قوانین ہدایت عامہ کے واسطے موضوع ہوئے ہیں اور اُن کی عبارت ہم پر حاوی نہیں ہے بلکہ ہم اُس پر حاوی ہیں؛ کیونکہ جو معنی چاہتے ہیں بنا لیتے ہیں، جو بمقابلہ اصل عبارت کے زیادہ تر قابلِ لحاظ ہوتے ہیں۔ ہماری برائے نام خیرات، ہمارا مغلق مذہب اور ہمارے مختلف قواعد، مشرقی جیتے جاگتے شاعرانہ اور خیالی اعتقادات سے- جن کو ہم نے اختیار کر لیا ہے- بالکل برعکس ہیں۔ اگر محمدی اُصول پر مغربی سوسائٹی کی بنیاد قائم کی جائے تو یورپ سے

سوشیانسٹ[۱] اور نہلسٹ[۲] فرقوں کا نام مفقود ہو جائے؛ کیونکہ بخلاف ہماری تہذیب کے اسلام نے قناعت کے برعکس تعلیم نہیں دی۔

(ص ۹) ہندو اور عیسائیوں کی شادیوں کا طریقہ اصطباغی ہونے کی وجہ سے نکاح کا تقدس اس قدر معلوم نہیں ہوتا جتنا کہ مسلمانوں کے یہاں معلوم ہوتا ہے۔

(ص ۱۰) مجھے اس امر کے اظہار میں کچھ بھی پس وپیش نہیں ہے کہ اہل اسلام اپنے خاندان پر مہربانی اور علمائے دین کی عزت، بزرگوں کی تعظیم، مسافروں کی ہمدردی اور بے زبان مواشی (مویشی) پر رحم کرنے میں عیسائیوں کے واسطے نمونہ ہیں۔

(ص ۱۱) خوش قسمتی سے ہم کوئی قصہ کہانی نہیں لکھتے ہیں، بلکہ تاریخ کی رُو سے ایسے شخص کے حالات قلم بند کر رہے ہیں جس کا ہر قول فعل حدیث (مجموعہ روایات) میں موجود ہے، جو قرآن (مجید) کے بعد مسلمان کا ہدایت نامہ ہے۔ ان احادیث کی صحت کی کامل تحقیقات کی جاتی ہے، اور اگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فلاں حدیث آپ کے کسی خاص صحابی کی زبانی سُنی تو وہ مجموعہ احادیث سے خارج کر دی جاتی ہے اور پھر یہ بحث ہوتی ہے کہ محدثین نے اس کو کہاں سے پایا، ہمارے خداوند یسوع مسیح کے قول وفعل کی تحقیقات کے واسطے اس طرح کا کوئی طریقہ مقرر نہیں ہے۔

(ص ۱۴) اِسلامی ملکوں میں نہ تو ٹیورن، قمار خانے اور کسبیوں کے چکلے ہوتے ہیں اور نہ وہاں طوائفوں کے ایکٹ جاری کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اُن کے روزمرہ کی گفتگو اکثر یورپین سے زیادہ مہذب ہوتی ہے۔

اِنتخاب منقولات کتاب رِوائز ڈفیتھ آف اِسلام

—مصنفہ: ڈبلیو ایچ مسٹر عبداللہ کوئیلیم، مطبع اِسلام، آگرہ۔

---

[۱] یہ فرقہ یہ اصول رکھتا ہے کہ ہر شخص کے پاس جائداد بحصہ مساوی ہونی چاہیے۔ حاکم محکوم فضول چیزیں ہیں۔

[۲] اس فرقہ کا منشاء یہ اصول بھی فرقہ بالا کے قریب قریب ہے۔ یہ بھی چاہتا ہے کہ دنیا میں پابندی کسی کی نہ رہے کوئی بادشاہ ہو نہ کوئی حاکم۔

دیوڈار کوھارٹ: مذہبِ اسلام میں نئے نئے قواعد اختراع ہوتے ہیں اور نہ اُس میں نیا اِلہام ہوتا ہے اور نہ کوئی نیا حکم ہوتا ہے، اور نہ کوئی امامت ہوتی ہے، اُس میں ایک مجموعہ قوانین واسطے ابنائے جنس اور ریاست کے ہے، جس کا عمل درآمد بہ پابندی مذہب ہوتا ہے۔

(ص ۱۵، ۱۶) **جوزف تامسن**، سیاحِ افریقہ از اخبار ایڈانبرا: مجھے بمقابلہ آپ کے اور نامہ نگاروں کے مشرقی وسطی افریقہ کا زیادہ تجربہ ہے۔ میں دلیرانہ بیان کرتا ہوں کہ اس حصے میں بردہ فروشی اس وجہ سے مروّج ہے کہ وہاں دین اسلام کی تلقین نہیں کی گئی، اگر دین اسلام وہاں ہوتا تو یہ رسم بھی وہاں مسدود ہو جاتی۔

(ص ۴۳) **جون ڈیون پورٹ** کا قول کتاب 'محمد اینڈ قرآن' سے: تواریخِ صحیح کے دیکھنے سے آنحضرت (ﷺ) کی وہ نیکیاں ظاہر ہوتی ہیں کہ بمقابلہ جن کے مرلیس پریڈ وفریڈرک شلیگل وغیرہ کی متعصّبانہ تحریر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔

(ص ۴۶) **ٹامس کار لائل**: جب تم ایک دفعہ اچھی طرح سے قرآن کو پڑھ لو گے تو اصلی صورت اُس کی خود بخود تم کو نظر آنے لگے گی، اور یہ خوبی اُس میں ایسی ہے کہ عالمانہ تصانیف میں نہیں آسکتی۔ جو کتاب دل سے نکلی ہو گی وہی دلوں میں سرایت کرے گی۔ اُس کے آگے مصنفین کے تمام صنائع بدائع ہیچ ہیں۔ اصلی خوبی قرآن کی اُس کا خلوص کا ثبوت ہوتا ہے جیسی [۱] یہ کتاب صاحبِ کتاب کے منہ سے نکلی تھی، وہی ہے۔ قرآن کے تمام مطالب بلا تصنع ہیں۔ اس کو میں کتاب کی خوبی جانتا ہوں اور صرف یہی خوبی کتاب کے لیے کافی ہے، اور اسی ایک خوبی سے سب قسم کی خوبیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

---

[۱] کیسا کھلا اقرار ہے کہ توریت وانجیل وزبور بدل گئیں جیسی اتری تھیں ان کا نشان باقی نہیں۔ منصف کے لیے ایک یہی نکتہ قرآن کی حقانیت کے لیے کافی ہے۔ قرآن عظیم میں اگلی کتابوں کی نسبت فرمایا: بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۝ (سورۂ مائدہ: ۴۴/۵) ان کی حفاظت ان کے عالموں کے ذمہ رکھی گئی تھی۔ اُن سے نہ ہو سکی بلکہ خود انھیں نے اللہ کے کلام بدل دیے۔ جز کے جز لکھے اور مقدس کتابوں میں ملا دیے کہ یہ اللہ کے پاس سے ہیں: وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ حالانکہ وہ ہرگز خدا کے پاس سے نہیں۔ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝ (سورۂ بقرہ: ۷۹/۲) خرابی ہے اُن کے

-

(ص ۲۷) سر ولیم میور : اس احکم الحاکمین یعنی ذات باری کے وجود ثابت کرنے کے لیے اور انسان کو مطیع اور شکر گزار بنانے کو اس کی بادشاہت کا دعویٰ قائم کرنے کی غرض سے قرآن میں دلائل بھرے پڑے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر 43...... لیے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے، اور خرابی ہے ان کے لیے ان کی کمائی سے۔ بخلاف قرآن عظیم کہ اس کی حفاظت اللہ عزوجل نے کسی کو سپرد نہ کی خود اس کی نگہبانی کا وعدہ فرمایا : اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۂ حجر : ۹/۱۵) بے شک ہم نے اتارا قرآن، اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔
دیکھو کیسا آفتاب سے زیادہ روشن سچا وعدہ ہے۔ تیرہ سو برس سے زیادہ گزرے آج تک وہ ویسا ہی ہے۔ گویا ابھی اترا ہے، اور اگر تیرہ کروڑ برس گزریں تو ایسا ہی رہے گا۔ اگر تمام جہان اکٹھا ہو کر اس کا نقطہ بدلنا چاہے، ہرگز قدرت نہ پائے۔ دنیا عالم اسباب ہے، قدرت ازلی یہاں ہر بات کے لیے ایک سبب پیدا فرماتی ہے۔ حفظ الٰہی نے در بارۂ قرآن ان ظاہری پیرایوں میں جلوہ فرمایا کہ قرآن کا یاد کرنا آسان کیا جیسا کہ فرماتا ہے :
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ (سورۂ قمر : ۱۷/۵۴)
بے شک ہم نے آسان فرمادیا ہے یہ قرآن یاد کرنے کے لیے، سو ہے کوئی یاد کرنے والا۔
پھر اس کے حفظ کی طرف متوجہ کیا، کوئی بتا سکتا ہے کہ کتنے کروڑ بندے خدا کے حافظ قرآن مجید ہوئے اور ہمیشہ ہوتے جاتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ.
ہر گلی کوچہ میں اس کی تلاوت، اس کے دور، اور اس کے حفظ کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ جس شہر قصبہ گاؤں میں چاہو، جوان بوڑھے بچے اس کے حافظ پاؤ۔ اگلی کتابوں کا ایک بھی کوئی حافظ نہ ہوسکا، یہاں تک کہ اس کا حفظ ہونا انبیا کا معجزہ گنا جاتا۔
یہ ظاہر باہر نشانیاں ہیں جنھیں ماننے پر منصف مخالف مجبور ہیں، مگر عجب ہے آج کل کے بعض نئی روشنی والوں سے کہ بائبل کو بھی جوں کا توں مان رہے ہیں، اس مجموعہ کو کلام خدا کہتے ہیں حالانکہ اس میں پولس کے خط، بطریق کے مکتوب، یوحنا کے نامے، یہودا وغیرہ کی چٹھیاں بھری پڑی ہیں۔ پھر مسیح کا معاذ اللہ لعنتی ہونا (پولس کا خط گلتون کو باب ۳ ورس ۱۱ تا ۱۳) شریعت کا ایمان سے کچھ نسبت نہ رکھنا، شریعت سے راستبازی نہ ملنا، خداوند کا پچھتانا اور تھکنا (یسعیاہ کی کتاب باب ۱۵ ورس ۶) خدا کی دو جوروں کا زنا کرنا اور ان کا نہایت شرمناک بیان (حزقی ایل کی کتاب باب ۲۳) داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاذ اللہ اوریا کی جورو سے زنا کرنا (سموایل کی کتاب باب ۱۱) لوط علیہ السلام کا معاذ اللہ اپنی دونوں بیٹیوں سے زنا کر کے حاملہ کرنا (پیدائش کی کتاب باب ۱۹ ورس ۳۱ تا آخر) خدا کا روٹی اور گوشت کھانا (ایضاً باب ۱۸ تا ورس ۸) مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاذ اللہ اولاد زنا کی نسل سے ہونا (متی کی انجیل باب پہلا مع پیدائش کی کتاب باب ۳۸ ورس ۱۳ تا آخر باب) وغیرہ وغیرہ وہ شرمناک فواحش بھرے ہیں جنھیں سن کر کوئی عاقل کلام الٰہی نہیں کہہ سکتا۔ ۱۲ مؤلف

جن کو اس کی شان رزّاقی اور قدرت سے مستخرج کیا ہے۔ آنے والی دنیا میں برائی اور بھلائی کا عوض ملے گا اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی ضرورت اور مخلوق کی خوشی اور فرض یہی ہے کہ خالق کی اطاعت اور پرستش کرے اور اس قسم کے اور مضامین قرآن میں خوبصورتی اور زور شور سے بیان ہوئے ہیں اور اس کی زبان میں حقیقی [۱] شاعری بکثرت ہے۔ اسی طرح سے روز حشر کا عقل کے موافق ہونا بہت سے قوی خیالات کے ذریعہ سے سکھایا گیا ہے۔ اور خاص کر کے اُس تشبیہ کے ساتھ جنوبی ممالک میں محض دل پر نقش ہو جاتی ہے یعنی کہا گیا ہے کہ دیکھو ہم نے اس زمین کو جو مدت سے خشک اور مُردہ تھی یکا یک آسمان سے دھواں دھار مینہ برسا کر کس طرح زندہ کر دیا ہے۔ پھر ہم کو آدمی کا مار کر جلانا کیا مشکل ہے!۔

(ص ۴۷) **واشنگتن ارونگ**: قرآن کے اصول خالص، اعلیٰ اور مہربانی سے پُر ہیں۔

(ص ۴۷) **مورخ گبن**: بحر اطلانطک سے دریائے گنگا تک قرآن قانون کی اصل مانا گیا ہے۔ صرف مذہب کا ہی نہیں بلکہ دیوانی اور فوجداری مقدمات بھی اُسی سے فیصل ہوتے ہیں، اور انسان کے افعال اور مال کے معاملات خدا کی غیر مبدل منظوری سے انتظام پاتے ہیں۔

(ص ۴۸) **ایڈمنڈ برک**: مسلمانی قانون نے بادشاہ سے لگا کر فقیر تک سب کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔ ایسا عقلمندانہ، عالمانہ، روشن ضمیر، انتظامی قانون آج تک دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا۔

(ص ۵۶) **جیمس مانٹگمری**: نماز روح کی حقیقی خواہش ہے، چاہے وہ پکار کر پڑھی جائے یا آہستہ آہستہ ...... نماز ایک پوشیدہ آگ کی حرکت ہے جو دل میں بھڑکتی رہتی ہے ...... نماز ایک وزنی آہ اور ایک گرتا ہوا آنسو اور آنکھ اُٹھا کر آسمان کے خدا کی طرف دیکھنا ہے جس وقت کہ کوئی اس پاس نہیں ہوتا ...... نماز ایک سیدھی سادی معصوم بچوں کی سی گفتگو ہوتی ہے اور وہ اعلیٰ درجہ کی مناجات ہے جو سیدھی آسمان پر خدائے ذوالجلال کے پاس پہنچ جاتی ہے ...... نماز ایک پشیمان گنہگار کی آواز ہے جسے اُس کی ہر ادا سے پیدا ہونا چاہیے، اُس وقت فرشتے خوش ہو کے خدا کی درگاہ میں عرض کرتے ہیں

---

[۱] یعنی دلکش فصاحت، دل رُبا بلاغت، جانفزا شیرینی، شور انگیز نمکینی، جسے اس قائل نے اپنی زبان میں حقیقی شاعری سے تعبیر کیا اور حقیقی کہہ کر خود بھی شاعری معروف سے متعالی کر دیا۔ ۱۲ مؤلف

کہ اے ہمارے مالک! دیکھ وہ نماز پڑھ رہا ہے...... نماز مسلمانوں کی روح رواں ہے...... نماز مسلمانوں کے لیے وطن کی ہوا ہے، اُن کے مرنے کے بعد بہشت کی کنجی ہے، وہ اسی سے بہشت میں داخل ہوجاتے ہیں۔

(ص ۵۹) **لین**: مسلمانوں کی جماعت کی نماز میں حد سے زیادہ سنجیدگی اور تہذیب برتی جاتی ہے، وہ نماز میں کوئی ناشائستہ حرکت یا بدتہذیبی کی بات نہیں کرتے، اور بالکل اپنے خالق کی عبادت میں محو معلوم ہوتے ہیں، اُن کے چہرے سے ریاکاری یا جبر نہیں معلوم ہوتا۔

(ص ۶۰) **باسورتھ اسمتھ**: خدا کی قدرت سے آنحضرت (ﷺ) میں تین (3) باتیں جمع ہیں: آپ ایک قوم اور ایک سلطنت اور ایک مذہب کے بانی ہیں، جس کی نظیر تاریخ میں کہیں ملتی ہی نہیں۔ آپ خود ناخواندہ تھے، نہ پڑھ سکتے تھے، نہ لکھ سکتے تھے، اس پر بھی آپ کی کتاب میں شاعری[۱] اور مجموعہ قوانین اور عام نماز اور مسائل مذہبی سب موجود ہیں۔ اور روئے زمین کے انسانوں کا چھٹا حصہ اسے پاکیزگی، عبادت اور عقلمندی اور سچائی کا ایک معجزہ مانتا ہے...... (دو فقرے بعد)...... اور واقع میں معجزہ ہی ہے۔

(صفحہ ۶۰) **ایسٹرن چرچ** مصنفہ، ڈین اسٹینلی ص ۲۷۹: بلاشک قرآن کے احکامات کا بہت گہرا نقش دل پر ہوتا ہے، ایسا بائبل کا عیسائیوں کے دلوں پر نہیں ہوتا۔

(ص ۶۵) **کار لائل**: علاوہ سب باتوں کے میں آنحضرت (ﷺ) کو اس لیے پسند کرتا ہوں کہ آپ بازاری اور بیہودہ گفتگو سے بالکل بری ہیں، اور نہیں چاہتے کہ اپنی حیثیت سے اپنے کو بڑھا کر دکھلاویں (یعنی اپنے کو خدا کہلائیں) آپ سیدھے سادھے بے ساختہ اور اپنی مدد آپ کرنے والے باشندے عرب کے ویرانے کے ہیں۔ نہ تو آپ میں دکھلاوٹ کے لیے غرور تھا، نہ حد سے زیادہ انکسار۔ ہر موقع پر جیسی ضرورت ہوتی تھی ویسے ہی آپ ہوجاتے تھے۔ اپنے پیوند لگے جوتے اور جتے میں صاف صاف ویسی ہی باتیں کرنے لگتے تھے جیسی شاہانِ فارس یا سلاطین یونان کرتے ہیں، اور جو کچھ آپ فرماتے تھے وہ بادشاہوں کو ماننا پڑتا تھا۔

---

(۱) یعنی اعلیٰ درجے کی فصاحت و بلاغت و حلاوت و ملاحت و سلاست و نفاست۔ ۱۲ مؤلف

-ص ۶۶ -(مدح اسلام میں) اُس کے اصول عمدہ ہیں جن میں اعلیٰ درجہ کی روحانیت ہے ۔ بارہ سو برس سے وہ پانچویں حصۂ دنیا کا مذہب اور عزیز رہنما ہے، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ایسا مذہب ہے جو تہِ دل سے مانا جاتا ہے ۔ عرب اپنے مذہب کو مانتے اور اُس پر زندہ رہنا چاہتے ہیں ۔

قدیم سے کوئی عیسائی بلکہ شاید حال کے اِنگلستانی پیورٹن بھی اس طور سے اپنے مذہب پر قائم نہیں ہیں جیسے مسلمان اپنے مذہب پر ہیں ۔ وہ اپنے مذہب کو پورا پورا مانتے ہیں، اور وقت اور ابدی زندگی کا مقابلہ اُس کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں ۔ آج کی رات بھی قاہرہ کی سڑکوں کا چوکیدار جب کہتا ہے کون جاتا ہے؟ تو اپنے سوال کے جواب کے ساتھ مسافر سے 'لا الہ الا اللہ' اور 'اللہ اکبر' سنتا ہے ۔ اسلام ان کروڑوں کالے آدمیوں کی روح اور روزمرّہ میں سمایا ہوا ہے ۔

(ص ۶۶) **ڈاکٹر مارکس ڈوڈس** : وہ اعلیٰ درجہ کی خوبیاں مسلمانوں میں بہ نسبت عیسائیوں کے زیادہ عیاں ہیں، انھیں اپنے خدا کے اقرار میں ذرا تامل و خوف نہیں ہوتا اور یہ بڑا مسئلہ [۱] اُن کے عمل میں ہے کہ خدا کی عبادت مندروں (مسجدوں) یا کسی خاص جگہ کے ساتھ مقید نہیں ہے

---

[۱] الحمد للہ! یہ وہی دولت و نعمت ہے جو پہلے اہل کتاب کو دی گئی تھی، انھوں نے خود ہی رد کر دی اور کریم کی عطا آپ ہی پھیر دی۔ اُس کرم والے لذوالجلال نے وہ نعمت ہمارے لیے رکھی جسے اب اُن کے منصف دیکھ دیکھ کر اشک حسرت بہاتے ہیں مگر انصاف کریں نہیں، نہیں تو فیق پائیں تو حسرت کا کوئی محل نہیں ۔ یہ نعمت نکل نہ گئی موجود ہے، کیوں نہ اختیار کریں ۔ سچے دین اسلام کو جہاں ایسی ایسی خوبیاں بے گنتی ہیں ۔ والحمد للہ رب العلمین. سرور القلوب شریف میں فرمایا: امت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر انعام الٰہی ہوا کہ میں تمہارے واسطے زمین کو مسجد اور طہور کرتا ہوں اور تم پر سکینہ نازل فرماتا ہوں اور حفظ توراۃ کی قدرت عنایت کرتا ہوں ۔ بنی اسرائیل نے کہا ہم سکینہ کی طاقت نہیں رکھتے اور کلیسا کے سوا اور جگہ نماز نہ پڑھیں گے اور توراۃ کی تلاوت دیکھ ہی کر کریں گے ۔ ارشاد ہوا قریب ہے میں اسے اُن کے لیے لکھوں گا جو پرہیز گاری کریں گے اور زکوۃ دیں گے اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں گے، وہ لوگ کہ اس رسول نبی امی کی پیروی کریں گے جسے اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں لکھا پائیں گے ۔ وہ اُنھیں اچھے کام کا حکم دے گا اور بُری بات سے منع کرے گا اور پاک چیزیں اُن کے لیے حلال اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرے گا اور اُن سے اُن کے بوجھ اُتارے گا اور سختیاں کہ اُن پر تھیں دُور فرمائے گا، بس جو لوگ اُس پر ایمان لائے اور اُس کی عظمت اور نصرت اور اُس نور کی جو اُس کے ساتھ اُتارا گیا پیروی کی، وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں و ذلک قولہ تعالیٰ (فَسَاَكۡتُبُهَا لِلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِاٰيٰتِنَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝ (سورۂ اعراف: ۷/۱۵۶))۔ ۱۲ مولف

بڑی عزت ہے اُن نماز پڑھنے والے آدمیوں کی جن کی مسجد انھیں کے ساتھ ہر جگہ رہتی ہے جو شادیوں کے وحشیانہ شور میں، جنگ کے نہایت شدید انتظام میں، چلتے ہوئے جہاز پر، بھیڑ بھاڑ کے بازار میں، اجنبی ملک میں چاہے کتنا ہی مختلف ہو پہنچ سے، اُن کے خیالات، اُن کے طریقوں اور پوشاک یا گفتگو کے وہ خاموشی سے اپنی جانماز بچھائیں گے اور مکہ کی طرف اپنا عاجز منہ کرلیں گے، گویا تمام دنیا کی طرف سے اندھے ہو گئے ہیں اور ہر آواز کی طرف سے بہرے ہیں جو دل کو اُچاٹتی ہو، سادی زبان میں خدا کی حمد کرتے ہیں، دل سے اُس کے حضور میں مناجات کرتے ہیں اور نماز کے وقفوں میں اس طور سے ٹھہرے رہتے ہیں گویا اُس کی عظمت میں محو ہیں۔

ص ۶۷ - مستر: مصنفہ ہمارے ہندوستانی مسلمان، ص ۱۷۹: اسلام کی عظمتوں میں ایک عظمت یہ بھی ہے کہ اُس کے مندر (مسجدیں) ہاتھوں سے بنے ہوئے نہیں ہوتے اور اُس کی نماز خدا کی زمین پر اور اُس کے آسمان کے نیچے ہر جگہ ہو سکتی ہے۔

اِنتخاب کتاب (اسلام انسان کے حق میں رحمت ہے)

مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور، ص ۲ لائف آف محمد (ﷺ) مصنفہ سر ولیم میور

ہم بلا تأمل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اُس نے (یعنی مذہب اسلام نے) ہمیشہ کے واسطے اکثر توہمات باطلہ کو- جن کی تاریکی مدتوں سے عرب کے ملک جزیرہ نما پر چھا رہی تھی - کالعدم کر دیا۔ اسلام کی صدائے جنگ کے روبرو بت پرستی موقوف ہوگئی اور خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور ایک خاص اور ہر ایک جگہ احاطہ کی ہوئی قدرت کا مسئلہ حضرت محمد (ﷺ) کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اُصول ہو گیا ہے جیسا کہ حضرت محمد (ﷺ) کے دل میں تھا۔

مذہب اسلام میں سب سے پہلی بات جو خاص اسلام کے معنی ہیں، یہ ہے کہ خدا کی مرضی پر توکل مطلق کرنا چاہیے، بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہیں ہیں چنانچہ مذہب اسلام میں یہ ہدایت ہے کہ سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے برادرانہ محبت رکھیں، یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے، غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت برتنی چاہیے، نشے کی چیزوں کی ممانعت ہے۔

مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اُس میں پرہیز گاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

(ص۴) **گبن مورخ :** حضرت محمد (ﷺ) کی سیرت میں سب سے اخیر جو بات غور کرنے کے لائق ہے، وہ یہ ہے کہ اُن کا عظیم وشان لوگوں کی بھلائی اور بہبودی کے حق میں مفید ہوا یا مضر، جو لوگ کہ آنحضرت (ﷺ) کے سخت دشمن ہیں وہ بھی اور نہایت متعصب عیسائی اور یہودی بھی باوجودیکہ پیغمبر حق نہ ماننے کے اس بات کو تو ضرور تسلیم کریں گے کہ آنحضرت (ﷺ) نے دعویٰ رسالت ایک نہایت مفید مسئلے کی تلقین کے لیے اختیار کیا گو وہ کہیں کہ صرف ہمارے ہی مذہب کا مسئلہ اس سے اچھا ہے۔ آنحضرت (ﷺ) یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب سماویہ قدیمہ کی سچائی اور پاکیزگی اور اُن کے بانیوں یعنی اگلے پیغمبروں کی نیکیوں اور معجزوں اور ایمانداری کو مذہب اسلام کی بنیاد خیال کرتے تھے۔ عرب کے بُت خدا کے تخت کے رُوبرو توڑ دیے گئے اور انسان کے خون کے کفارے کو نماز روزے اور خیرات سے بدل دیا جو ایک پسندیدہ اور سیدھے سادے طریقے کی عبادت ہے۔

......(دو فقروں کے بعد)...... آنحضرت (ﷺ) نے مسلمانوں میں نیکی اور محبت کی روح ڈال دی، آپس میں بھلائی کرنے کی ہدایت کی اور اپنے احکام اور نصیحتوں سے انتقام کی خواہش اور بیوہ عورتوں اور یتیموں پر ظلم وستم ہونے کو روک دیا، تو میں جو کہ مخالف تھیں، اعتقاد میں فرمانبرداری میں متفق ہو گئیں۔ خانگی جھگڑوں میں جو بہادری بیہودہ طور سے صرف ہوتی تھی نہایت مستعدی سے ایک غیر ملک کے دشمن کے مقابلے پر مائل ہو گئی۔

(ص۷) **جان ڈیون پورٹ،** مصنفہ اپالوجی فاروی محمد (ﷺ) اینڈ قرآن :

اس بات کا خیال کرنا جیسا کہ بعضوں نے کیا ہے، بہت بڑی غلطی ہے کہ قرآن (مجید) میں جس عقیدے کی تلقین کی گئی ہے، اُس کی اشاعت صرف بزور شمشیر ہوئی تھی کیونکہ جن لوگوں کی طبیعتیں تعصب سے مبرّا ہیں، وہ سب بلاتامل اس بات کو تسلیم کریں گے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین مشرقی دنیا کے لیے ایک حقیقی برکت تھا۔

......(دو سطر بعد)...... پس ایسے اعلیٰ وسیلے کی نسبت جس کو قدرت نے بنی نوع انسان کے

خیالات اور مسائل پر مدت دراز تک اثر ڈالنے کو پیدا کیا ہے۔ گستاخانہ پیش آنا اور جاہلانہ مذمت کرنا کیسی لغو اور بیہودہ بات ہے۔ جب ان معاملات پر خواہ اُس مذہب کے بانی کے لحاظ سے خواہ اُس مذہب کے عجیب و غریب عروج اور ترقی کے لحاظ سے نظر کی جائے تو بجز اُس کے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ اُس پر نہایت دل سے توجہ کی جائے۔

اس امر میں بھی کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور مذہب عیسائی کی خوبیوں کو بمقابلہ ایک دوسرے کے تحقیق کیا ہے اور اُن پر غور کی ہے اُن میں سے بہت ہی کم ایسے ہیں جو اس تحقیقات میں اکثر اوقات متردد اور صرف اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہوں کہ مذہب اسلام کے احکام بہت ہی عمدہ اور مفید مقاصد ہیں بلکہ اس بات کا اعتقاد کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ آخر کار مذہب اسلام سے انسان کو فائدہ کثیر پیدا ہوگا۔

(ص ۱۰، ۱۱) **ٹامس کارلائیل**، مصنف لکچرز ان ہیروز : اسلام کا عرب کی قوم کے حق میں آنا گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا۔ عرب کا ملک پہلے ہی پہل اُس کے ذریعہ سے زندہ ہوا۔ اہل عرب گلہ بانوں کی ایک غریب قوم تھے اور جب سے دنیا بنی تھی عرب کے چٹیل میدانوں میں پھرا کرتے تھے اور کسی شخص کو اُن کا کچھ خیال بھی نہ تھا اُس قوم میں ایک اُولوالعزم پیغمبر ایسے کلام کے ساتھ جس پر وہ یقین کرتے تھے بھیجا گیا اب دیکھو کہ جس چیز سے کوئی واقف نہ تھا وہ تمام دنیا میں مشہور ہوگئی اور چھوٹی چیز نہایت ہی بڑی چیز بن گئی۔ اُس کے بعد ایک صدی کے اندر عرب کے ایک طرف غرناطہ اور ایک طرف دہلی ہوگئی۔ عرب کی بہادری اور عظمت کی تجلی اور عقل کی روشنی زمانہ ہائے دراز تک دنیا کے ایک بڑے حصے پر چمکتی رہی۔

......(۲ دو سطر بعد)......یہی عرب اور یہی حضرت محمد (ﷺ) اور یہی ایک صدی کا زمانہ گویا ایک چنگاری ایسے ملک میں پڑی جو ظلمت میں کسمپرس ایک ریگستان تھا مگر دیکھو کہ یہ ریگستان زور شور سے اُڑ جانے والی بارود نے نیلے آسمان تک اُٹھتے ہوئے شعلوں سے دہلی سے غرناطہ تک روشن کردیا۔

اِنتخاب کتاب مؤید الاسلام

مصنف: جون ڈیون پورٹ مطبوعہ مطبع بدالدرجی واقع دہلی

(ص ۱۷) اِس کتاب کی تصنیف سے میری غرض یہ ہے کہ آنحضرت (ﷺ) کے وقائع عمری پر جو جھوٹے اِلزامات اور بے اِنصافانہ بہتان ہوئے ہیں، اُن کو رفع کروں، اور یہ ثابت کروں کہ آپ فی الحقیقہ خلق اللہ کے بڑے مربی اور نفع رساں تھے۔

وہ مصنف جنھوں نے تعصب مذہبی کے سبب سے اُس محی عبادتِ واحدِ مطلق کے شہرے پر داغ لگایا ہے، اُنھوں نے یہی نہیں ظاہر کیا کہ ہم نامنصف اور اُس عدل سے خالی ہیں جس کی اِتباع کے واسطے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اس قدر شد ومد سے تاکید فرمائی ہے بلکہ اُنھوں نے اپنی رائے میں بھی غلطی کی ہے؛ کیونکہ ادنیٰ فکر میں اُن کو یقین ہوجاتا کہ یہ عیسائیوں اور اُس زمانے کے عقلا کا طریقہ نہیں ہے کہ نبی اور اُس کے مقولوں پر نکتہ چینی کریں۔...... (ایک فقرے بعد)...... یا بہ تبدیل الفاظ ہم اس مطلب کو اس طرح بیان کرسکتے ہیں کہ آنحضرت (ﷺ) کو ایک شارعِ مذہب اور مقنّنِ ملت خیال کرنا چاہیے۔

(ص ۸) جب ہم اس بات کا خیال کریں کہ آپ کی پیدائش سے پہلے اہل عرب کا کیا حال تھا اور وہ آپ کے بعد کیسے ہوگئے۔ اور علاوہ اس کے اس بات پر بھی غور کریں کہ آپ کے مسئلوں نے کروڑہا آدمیوں کے دل میں کیسی گرمی پیدا کی اور قائم رکھی تو اس صورت میں ایسے بڑے آدمی کی صفت اور ثنا نہ کرنا بہت بڑی بے اِنصافی ہوگی!۔

(صفحہ ۸) اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام مقنن اور فتح کرنے والوں میں ایک کا بھی نام اس طرح نہیں لیا جاسکتا جس کے وقائع عمری آنحضرت (ﷺ) کے وقائع عمری سے زیادہ مفصل اور صداقت سے لکھے گئے ہوں۔

(ص ۱۵) آپ شام کے جنگل میں ایک عبادت خانہ کے قریب پہنچے اُن میں سب سے بڑے پادری نے حضرت کو بغور دیکھ کر ابو طالب کو ایک گوشہ میں لے جا کر کہا، اپنے بھتیجے سے خبردار رہنا اور اُن کو یہودیوں کی شرارت سے بچانا؛ کیونکہ یہ یقینی ایک بڑے مطلب کے واسطے پیدا ہوئے ہیں۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ اس پادری کی پیشگوئی بالکل پوری ہوئی۔

(ص ۱۷) آپ کا دل آویز تبسم، عمدہ اور رسیلی آواز، آزادی اور صاف دلی سے بات کرنا ہر ایک آدمی کو۔ جس سے آپ خطاب کرتے۔ متوجہ کر لیتے تھے۔ آپ میں فرشتوں کی صفات تھیں۔ آپ کی نصیحت جلد مؤثر ہوتی تھی۔ حافظہ خوب تھا۔ خیال بلند پرواز اور دلیرانہ تھا۔ رائے صائب تھی۔ طبیعت دلیر تھی اور آپ کی صاف دلی اور یقین کی نسبت کسی کی رائے کچھ ہی کیوں نہ ہو، آپ کا اِستقلال، پیروی میں اُس بڑے مطلب کی جس کے واسطے آپ پیدا ہوئے تھے ہر آدمی کی تعریف کو زبردستی اپنی طرف راجع کرتا تھا۔

(ص ۱۷) ادگبن مؤرخ: آنحضرت (ﷺ) حسن میں شہرۂ آفاق تھے۔۔۔۔۔۔ (دو فقروں بعد)۔۔۔۔۔ لوگ آنحضرت (ﷺ) کی شاہانہ شکل اور رسیلی آنکھوں اور وضع دار تبسم اور بکھری ہوئی داڑھی اور ایسا چہرہ جو دل کے ہر ایک جذبہ کی تصویر کھینچ دے اور ایسی حرکت اعضا جو زبان کا کام دے، تعریف کیا کرتے تھے۔

(ص ۱۸) عبد اللہ کے صاحبزادے نہایت عمدہ قوم میں تربیت والے ہوئے۔ اُنھوں نے نہایت فصیح عربی کا اِستعمال کیا اور اُن کی طلاقت لسانی اور بلاغت کو اُن کی عقلمندانہ خاموشی نے نہایت ترقی دی۔

(ص ۴۳) یہ بات آپ کی صاف باطنی پر خوب دال ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ ایمان لائے وہ آپ کے دوست اور اہلِ خاندان تھے جو آپ کی عادت سے خوب واقف تھے۔ (معاذ اللہ) آپ ۔۔۔۔۔۔ ہوتے تو یہ لوگ آپ پر ہرگز ایمان نہ لاتے اور اُن پر بھی یہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ضرور ظاہر ہوتا۔[۱]

(ص ۴۸) آپ میں چار (4) صفتیں مجتمع تھیں: آپ بادشاہ اور سپہ سالار اور قاضی اور واعظ تھے۔ سب کو اس امر پر اتفاق تھا کہ آپ پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔ اور جیسے آپ کے معتقدین کو آپ سے ارادت اور محبت تھی ایسی کبھی کسی اور نبی کی اُمتوں کو اُس سے نہیں ہوئی۔ لوگ آپ کی اس قدر عظمت کرتے تھے کہ اگر کوئی چیز آپ کے بدن مبارک سے مس ہو جاتی تو اُس کو متبرک خیال کرتے۔ اگرچہ آپ کو شہنشاہ ہونے سے بھی زیادہ اقتدار اور اختیار تھا مگر آپ نہایت سیدھی سادی وضع

---

[۱] یہاں 'گبن مورخ' کی عبارت میں سے مولانا حسن رضا علیہ الرحمہ کی غیرتِ عشقِ رسول نے نامناسب لفظ کو حذف کر دیا ہے۔ قادری

سے بسر کرتے تھے۔

مولف :بارگاہِ رسالت سے سلاطین کے پاس فرامین جاری ہونے کی کیفیت اور فرمانِ عالی کی خدمت میں خسرو پرویز بد بخت کی گستاخیوں کی حالت اور اس کا حاکم یمن کو شہادت پر مقرر کرنا لکھ کر کہتے ہیں :

(ص ۴۶) جب آنحضرت (ﷺ) کو اس بے ادبی کی خبر ہوئی آپ نے یہ کلمات بآوازِ بلند فرمائے: اللہ تعالیٰ خسرو کی سلطنت اسی طرح پارہ پارہ کر دے گا اور اُس کی دعاؤں کو نامقبول فرمائے گا۔ تھوڑے عرصہ بعد خسرو کو اس کے بیٹے سریز (شیرویہ) نامی نے قتل کر ڈالا۔ بدہم (باذان) مع اپنی رعیت کے مسلمان ہو گیا۔...... (چند سطر بعد)...... آنحضرت (ﷺ) کی کامیابی کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت (ﷺ) میں صرف نیکو خصالی اور زورِ شمشیر ہی مجتمع نہ ہوا تھا بلکہ آپ کے کلام میں بھی بہت اثر تھا۔ آپ کی ہر ایک بات الہام شدہ معلوم ہوتی تھی اور اہلِ عرب کے دل پر بڑا اثر پیدا کرتی تھی، اور چونکہ زبان زدِ خواص وعوام ہوتی تھی؛ لہٰذا دُور دُور پہنچ جاتی تھی۔ وہ کتاب جو آنحضرت (ﷺ) نے مشرقی لوگوں پر ظاہر کی وہ بھی بڑے بڑے عمدہ اقراروں سے پُر ہے۔ اُس میں فرمانبرداری کم درکار ہے اور اس کا صلہ بڑا ہے، اور اُس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ بڑا حاکم ہے، اور ہر چیز کا خالق ہے۔

(ص ۵۹،۶۰) **تامس کارلائیل**: اس صحرا نشین شخص میں صرف سیر چشمی اور صاف باطنی اور بلند نظری ہی نہ تھی بلکہ اور بات بھی تھی آپ نہایت سنجیدہ تھے اور اُن میں سے تھے، جن کا شعار متانت ہے اور جن کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے صاف باطن خلق کیا ہے اور لوگوں کا قاعدہ ہے کہ وہ قواعدِ قدیم اور روایات پر عمل کرتے ہیں؛ مگر آپ صرف حق پر عملدرآمد کرتے تھے۔ مخلوقات کا راز آپ پر خوب اِفشا تھا اور آپ اُس کے خوف اور شان وشوکت سے خوب واقف تھے۔ روایاتِ قدیمہ کی اصل حقیقت اس بات کو آپ سے مخفی نہ کر سکتی تھی، اس طرح کی صاف باطنی فی الحقیقت خدا ہی کی طرف سے محمول ہو سکتی ہے۔ ایسے آدمی کی آواز براہِ راست خدا ہی کی آواز ہے۔ آدمی کو بغیر اُس کی تعمیل کیے بن نہیں آتی، اور تمام چیزیں اُس کے مقابل بے اصل ہیں۔

قدیم سے آنحضرت (ﷺ) کے دل میں ہر سفر میں اور ہر جگہ ہزارہا خیالات رہتے تھے۔آپ سوال کیا کرتے تھے کہ 'میں کیا ہوں'؟ اور یہ بے انتہا چیز جسے لوگ 'دنیا' کہتے ہیں اور جس میں رہتا ہوں کیا ہے؟ زندگی کیا ہے اور موت کیا ہے؟ مجھے کس بات کا یقین کرنا چاہیے اور کیا کرنا چاہیے؟۔

جبلِ حرا اور جبلِ سینا کے خوفناک ٹیلے اور صحرا کی تنہائی اور ریت نے اس سوال کا جواب نہ دیا اور آسمان نے بھی جو مع اپنے ثوابت و سیار کے گردش کرتا ہے، اس کا ہرگز جواب نہ دیا، صرف آنحضرت (ﷺ) کی روح اور اللہ تعالیٰ کے اِلہام کو جو اُس میں تھا جواب دینا پڑا۔

(ص ۶۸) اور یہ مقولہ بہت ٹھیک ہے کہ قرآن شریف ایسی کتاب ہے جس کے اشکالِ عبارت سے پڑھنے والا پہلے گھبرا جاتا ہے بعد ازاں اُس کے محاسن دیکھ کر رجوع کرتا ہے اور آخر فریفتہ ہو جاتا ہے۔

(ص ۷۲) ایسے بھی متقی مسلمان ہوئے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی میں ستر ہزار (70,000) مرتبہ قرآن کو بہ تمام و کمال پڑھا ہے۔

(ص ۷۳، ۷۴) قرآن شریف مسلمانوں کا مجموعہ قوانین عامہ ہے۔اُس میں قوانین مذہبی اور سلوکِ باہمی اور فوجداری اور دیوانی اور تجارتی اور فوجی اور ملکی اور سزا دہی سب موجود ہے۔اور مذہبی رسموں سے لے کر معاملاتِ دنیوی تک ہر ایک چیز کا مفصل بیان ہے۔اور قرآن نجاتِ روح ہے اور صحت جسمانی اور حقوقِ عامہ اور حقوقِ شخصی اور نفع رسانی خلائق اور نیکی اور بدی اور سزائے دینی اور دنیوی سب چیز پر حاوی ہے؛ لہٰذا قرآن شریف اصل میں انجیل سے بالکل مختلف ہے جس میں کہ 'کون صاحب' کی رائے کے موافق مسائلِ مذہبی نہیں ہیں بلکہ عمدہ عمدہ حکایات اور تذکرے اور ایسی باتیں کہ جن سے خدا کی یاد اور تہذیبِ نفسی ہو موجود ہیں؛ مگر ان حکایات میں کچھ ربط ظاہری نہیں معلوم ہوتا۔قرآن شریف اور کتبِ آسمانی کی مانند صرف امورِ مذہبی اور عبادت ہی پر حاوی نہیں بلکہ اُس میں نظم و نسقِ ملکی کا بھی بیان ہے۔اسی بنیاد پر سلطنتیں قائم ہیں، اسی میں سے ہر ایک قانونِ ملکی اخذ کیا جاتا ہے اور اس کے موافق ہر ایک تکرار مالی و ملکی فیصل ہوتی ہے آنحضرت (ﷺ) نے اس واسطے کوئی ایسا قانون نہ نکالا جس کے ذریعہ سے علمائے اُمت کو عوام پر بہت اِقتدار حاصل ہو۔آپ کو خوف تھا کہ مبادا

یہ لوگ بھی عیسائی پادریوں کی طرح اپنے ہم مذہبوں اور اُن کی سلطنتوں کو خراب نہ کردیں۔

(ص ۵۲) من جملہ محاسن اور خوبیوں قرآن شریف کے جس پر اہلِ اسلام کو ناز کرنا بجا ہے، دو (2) باتیں نہایت عمدہ ہیں: اوّل قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہے اور جس کے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا ہے اور خوف آتا ہے اور جس کی عبارت میں خدا تعالیٰ کی نسبت اُن جذبوں کا مغلوب ہونا نہیں منسوب کیا گیا ہے جو انسان کے واسطے مختص ہیں۔

دوسری تمام قرآن شریف اُن خیالات اور الفاظ اور قصص سے مبرا ہے جو خلاف تہذیب خیال کیے جاتے ہیں؛ مگر افسوس یہ عیب یہودیوں کی مقدس کتابوں میں اکثر واقع ہیں، حقیقت میں قرآن شریف ان عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اُس میں ذرا سی بھی حرف گیری ناممکن ہے، اور اگر ہم اُسے اوّل سے آخر تک پڑھیں تو کہیں ایسی بات واقع نہ ہوگی کہ جس سے ہنسی آجائے۔

(ص ۷۳) وہ مذہب جس کی قرآن شریف نے بنا ڈالی ہے اُس میں کمال وحدانیت ہے اور اُس میں خدائے تعالیٰ کا مضمون سمجھنے میں کچھ دِقت و ابہام نہیں ہے۔

(ص ۷۳) سوا اس کے اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں سب کو اتفاق اور جس میں کوئی ایسی کنہ نہیں ہے جو زبردستی مان لینی پڑے اور سمجھ میں نہ آئے۔

(ص ۷۳) اور خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نے ماہیتِ اشیا اور اُس زمانہ کی قوموں کی حالت پر خوب غور کرکے یہ مذہب ایجاد کیا ہے، ایسے مسائل نکالے ہیں جو خلاف عقل نہیں، اس واسطے کچھ تعجب کا مقام نہیں ہے کہ اس عبادت نے اہلِ کعبہ کی بت پرستی اور سابائیوں (ہیکل پرستوں یا ستارہ پرستوں) کی پرستش اجرام فلکی اور زردشتیوں کے آتش کدوں کا اِستیصالِ تامہ کر دیا۔

(ص ۷۴) قتل اطفال جو اُس زمانہ میں قرب و جوار کے ملکوں میں رائج تھا اسلام کے سبب سے بالکل معدوم ہوگیا۔

(ص ۹۰، ۹۱) آنحضرت (ﷺ) کے مذہب کی صداقت اس بات سے اور بھی معلوم ہوتی ہے اگرچہ اس مذہب کو نکلے ہوئے ایک عرصۂ دراز منقضی ہو، مگر اس میں اور مذہبوں کی مانند خالق کی جائے

مخلوق کی پرستش وغیرہ نہ ہوئی، اور اہلِ اسلام نے اپنے وہم اور قیاس کی متابعت نہیں کی، اور خدائے تعالیٰ کی پرستش پر قائم رہے اور اُس کی جائے بتوں کو نہ پوجنے لگے۔

(ص ۹۰،۹۱) حقیقت میں یہ مذہب اہل مشرق کے واسطے سرتا پا برکت تھا (اس کے بعد خونریزی پر بحث کر کے کہتے ہیں) لہٰذا یہ بات بالکل بیہودہ اور بیجا ہے کہ ہم خدائے تعالیٰ کے اُس نمونہ قدرت کی کسر شان کریں اور جاہلانہ اُس کی بات میں گفتگو کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے انسان کی رائے اور دل میں اثر ڈالنے کے واسطے پیدا کیا تھا۔

جب ہم اس تمام مضمون کو خیال کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آپ نے کیسے عجیب طور سے ظہور کیا اور ترقی پائی تو ہمیں بے شبہہ بہت تعجب ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں معلوم ہوتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور عیسائی دونوں کی کتابوں کو پڑھا ہے، انھیں بیشک یہ شبہ ہوتا ہوگا کہ کون سا مذہب ان دونوں میں صحیح ہے اور انھیں یہ اقرار کرنا پڑتا ہوگا کہ مذہب اِسلام بہت عمدہ مطالب کے واسطے ایجاد کیا گیا ہے۔

(ص ۱۴۹) اب یہ امر یقینی ہے کہ بُت پرستی کا معدوم کرنا اور خدا تعالیٰ واحد مطلق کی عبادت کی ایسی قوم میں بنا ڈالنا جو نہایت درجہ کی بت پرست تھی اور خدا کو بالکل بھول گئی تھی حقیقت میں ایسا کام ہے جس کے واسطے خدا تعالیٰ نے نبی مقرر کیا ہو۔

(ص ۱۵۹) قرآن شریف میں ہم کہیں یہ نہیں دیکھتے کہ خدائے تعالیٰ کی نسبت ایسے حکم منسوب ہوں جن کو انسان رحم اور انصاف کے خلاف گمان کرے، مگر توراۃ میں من جملہ اور بہت احکام کے یہ احکام بھی لکھے ہیں۔

محبوبِ ذوالجلال کی نعت میں ہنود کے اقوال

(از کتاب عجیب القصص معروف بہ شبستانِ عشرت مطبوعہ مطبع نولکشور مصنفہ منشی بخت سنگھ)

وگلہائے شاداب نعت گونا گوں نثار بارگاہ چمن طراز رسالت کہ ریاض دین بآبیاری رائے جہاں

آرائش طراوت تازہ و آب و رنگ بے اندازہ گرفتہ و از بار تمنائے خار در پا شکستگاں وادی معصیت بہ تنسیم نسیم شفاعتش گل گل شگفتہ۔ سحاب فیض آں دریا دل گرد گناہ از دامن سیہ کاراں دور و گم کردگاں شستہ و بشرطِ لطف آں پاکیزہ گوہر سفینہ تختہ بنداں قعر عصیاں بساحل نجات پیوستہ گل اطاعتش سر فرازاں انجمن معرفت را بہ سر و از رائحہ گلزار بدہ تمیش مشام دانش ارباب حقیقت معطر۔ گوہر یکتائے ملت در چار سوئے امکان، شش جہت جہان روز بازار از و یافتہ و لوائے والائے شریعت ذات عالی در جاتش در عرصہ روزگار بر افراشتہ وجود فائض جودش باعث وجود کون و مکان و ذات کرامت آیاتش موجب آرائش زمین و آسمان آئینۂ دین بمصقل ضمیر صافیش صفائے نیافتہ گر چہرۂ نجات دراں رونہ نماید و چراغ اسلام بہ پرتو رائے منیرش فروغے نگرفتہ کہ تا صبح قیامت روشن نباشد۔ ؎

خدیو عالم جاں شاہ لولاک	مقیمانِ درش سکانِ افلاک
سوارہ رہ شناس عرصۂ غیب	بساط آرائے خلوت گاہ لاریب
سرانِ ملک عرفاں راسر او	روانِ قدسیاں خاکِ دراو [1]

---

[1] خلاصہ: مدحت و نعت کے گلہائے رنگا رنگ بارگاہِ رسالت کی نذر ہیں جنھوں نے چمنستانِ دین کی ایسی آبیاری فرمائی کہ پوری فضا معنبر اور مشام جہاں معطر ہو گئے۔ معصیت کیش جو اپنے گناہوں کے باعث تھک ہار کر بیٹھ گئے تھے جب انھیں بادِ شفاعت کی خنکی ملی تو ان کے چہرے کھل کھل اُٹھے۔ معدن جود و عطا کے فیض و کرم کی ایسی بارش ہوئی کہ گناہوں کی آلودگی میں لتھڑے ہوئے بدن پاکیزہ و شفاف ہو گئے، اور اس طرح انھیں گمراہی کی کھائی سے نکل کر ہدایت و نجات کی راہ پر گامزن ہونا نصیب ہوا۔ جنھوں نے ان کی اطاعت کا قلادہ گلوگیر کر لیا سرفرازی ان کا مقدر بن گئی، دین کی تعلیمات و ہدایات نے کائنات کے گوشے گوشے منور کر دیے، زمین و آسمان کا مقدر جاگ اٹھا، دلوں کے بخار و غبار صاف ہو گئے، اور چہرۂ نجات بالکل درخشاں و تاباں ہو اٹھا، کوئی ابہام باقی نہ رہا۔ اس طرح اسلام کا چراغ اپنی پوری جولانیوں کے ساتھ چمک اٹھا؛ ورنہ شاید دنیا صبح قیامت تک نور و سرور کی خیرات کو ترستی رہ جاتی!۔
اشعار: شاہِ لولاک علیہ السلام ہی کائناتِ رنگ و بو کی جان ہیں، ان کی بارگاہِ عالی سے وابستہ حضرات پر فرشتہ ہونے کا شبہہ ہوتا ہے۔ غیب کے بھیدوں پر انھیں خوب اچھی طرح آگاہی نصیب ہے، بلاشبہہ خلوت گاہِ یار میں انھوں نے اپنا بستر جما لیا ہے۔ دنیائے عرفان کے لوگوں کے لیے ان کا ایک اشارہ بہت ہوتا ہے، ان کے در کی خاک پر اُترنے کو فرشتے اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ فروز قادری

تقریظ کتاب "گلستانِ مسرت" ملقب بہ حدائق المعانی

مطبوعہ مطبع مصطفائی از: منشی رام سہائے عزیز

رنگینیِ معانی بارتسام نعت معجز بیانی ست کہ مجموعہ موجودات از نظم شریعتش قافیہ وار انتظام گزیدہ و دیوان کائنات از رباعی چار یار و منتخب اہل بیتش بردیف احترام رسیدہ وجود جود افزائش فردی ست از بحر کامل عروج و کمال و اعضائے بیضا ضیائش ترکیب بندی از بحر و فر و فر جمال لراقمہ

بالغی کز بلاغِ فکرت او
گشتہ منظوم خمسۂ ایماں
نظم حسان ہمیں احسانش
یافت حسن نظام و استحساں[1]

از کتاب "دستور الصبیان" مصنفہ: نوندھ رائے

و نعت معکار خبیر سے ادا کہ املائے دانش و بینش نکتۂ از خامہ ہدایت اوست

---

[1] خلاصہ: نعت مصطفےٰ رقم کرنے کے لیے الفاظ و معانی اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ دامانی کا شکوہ کرتے نظر آتے ہیں: کیوں کہ کائنات کی ہر چیز شریعت کے حسن نظم و نسق کو اپنے قافیہ کے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ دیوانِ کائنات چار یار اور اہل بیت اطہار کی رباعی سے مہکا مہکا اور ان کے احترام و عقیدت میں جھکا جھکا ہے۔ ان میں کا ہر وجود عروج و کمال کے بحر کامل کا ذرِ یکتا ہے اور ان کے روشن اعضا ہی سے کائنات کے رنگ میں حسن و جمال کی جھلکیاں ہویدا ہیں۔ کسی نے بڑی پیاری بات کہی ہے۔

اشعار: اگر کوئی فکر ان کی مدح کا حق ادا کرنا چاہتی ہے تو اسے یوں کہنا چاہیے کہ وہ (چار یار و اہل بیت) اور اصل ایمان کے پانچ ارکان ہیں۔ حسان نے انھیں کہہ کے ہم پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان کی برکت سے ہمیں بھی کوئی فکر پیش کرنے کا کچھ سلیقہ ارزانی ہو گیا ہے۔ افروز قادری

یتیمے کہ نا کردہ قرآں درست
امین خدا مہبط جبرائیل

کتب خانہ چند ملت بشست
امام رسل پیشوائے سبیل [1]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

از شاہنامہ اُردو، مصنف، منشی سول چند منشی دہلوی

پُراز مشک و عنبر نہ کیوں ہو دہاں
ثنائے محمد (ﷺ) ہے وردِ زباں

وہ ختم رُسل سرور نامور
فلک جس کے آگے جھکاتا ہے سر

سرِ سروراں ہے وہ عالی جناب
سپہر نبوت کا ہے آفتاب

جہاں جسکے دیں سے ہے روشن تمام
مہ انور اُس کا ہے داغی غلام

سرِ سروراں احمد (ﷺ) مجتبیٰ
رسولِ خدا سید انبیا

خردمند دانش ور و بے نظیر
بسیان مہ و مہر روشن ضمیر

سحاب سخا و محیط کرم
یم جود و خوش خلق عالی ہمم

وہ مہر جہاں تاب اوجِ جلال
وہ سرو سرافراز باغِ کمال

فروغ جہاں نور ایمان و دیں
وہ شمع شبستانِ عین الیقیں

شفیع گناہاں بروزِ جزا
کشایندۂ عقدۂ مدعا

فرازندۂ رایت سروری
درخشندہ خورشید پیغمبری

وہ ہے خاص خاصانِ پروردگار
کہ جس نے کیا دین کو اُستوار

قدم اُس نے معراج پر جب رکھا
تو پایہ بڑھا اور معراج کا

---

[1] ترجمہ: یعنی اہل دانش و بینش کو خوب پتا ہے کہ نعت رقم کرنا کیسا عظیم کام ہے:
اشعار: ایک در یتیم نے آکر لوگوں کو قرآن پڑھنے کا سلیقہ سکھا دیا، جو خود امانت دار خدا اور مہبط جبرئیل امین ہے۔ رسولوں کے امام اور پیشوا ہے۔ اس امام نے دنیا کے کسی کتب خانے کی کوئی کتاب بھی ہاتھ نہ لگائی۔ فرقان قادری

سپہر بریں کے زہے خوش نصیب　ہوا جلوہ گر واں خدا کا حبیب
میسر ہوا جب کہ قرب حضور　نظر اُس کو آیا وہ تابندہ نور
تجلّی کہیں جس کو اہلِ یقیں　منور ہے جس سے زمان و زمیں
یہ بخشا اُسے پایہ گاہِ رفیع　ہوئے جس کے شاہانِ عالم مطیع
گرامی و اشرف ہے انسان میں　غرض اسکی لولاک ہے شان میں
کروں اُس کے اصحاب کا اب بیاں　کہ ہیں صاحب عزت فخر و شاں
ابوبکر، عثمان والا گہر　عمر اور علی وہ شہِ نام ور
کرے اب جو اوصاف کا کچھ بیاں　نہ طاقت قلم میں نہ تاب زباں
کروں میں سخن کو بس اب مختصر　یہ ہے عرض میری کہ شام و سحر
معیں اور یاور ہو یا مصطفیٰ (ﷺ)　میرے دل کا بر لاؤ تم مدعا(۱)
گناہگار ہوں میں بروزِ حساب　مری کیجیو تم شفاعت شتاب
یہ منشی تمہارا ہے کمتر غلام　کرم اس پہ اپنا رکھو صبح و شام

از دیوان منشی ہرگوپال رائے تفتہ۔ ردیف نون

جرم بخش ما خدا خواہد شدن
شافع ما مصطفیٰ (ﷺ) خواہد شدن [۲]

[۱] خدا کی شان! یہ اشعار گواہ ہیں کہ شاعر ہندو کورکا فرتھا مگر "وہابی" نہ تھا۔ عجب عجب کہ اللہ کے خلیفۂ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ قدر عظیم وشان کریم کہ کفار تک پر ظاہر و روشن ہے، اِن مدعیانِ اسلام سے یوں مخفی رہے!۔
رع: خیرہ وا مور چشم بندی خدا۔ ۱۲ مولف

[۲] خدا کرے کہ میرے جرم وخطا معاف ہوجائیں۔ اور مجھے شفاعت مصطفوی سے حصہ نصیب ہوجائے۔ فروز قادری

از حدائق النجوم، مصنفہ رتن سنگھ زخمی لکھنوی بریلوی

سبحان اللہ! خداوندے کہ بنورِ نیر جہاں افروز احمدی و فروغ ذات اقدس محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) چراغ ہدایت بروسط السماءِ شریعت برافروخت واز برق شمشیر آبدار صاحب ذوالفقار قسیم جنت و نارخرمن ہستی مشرکین منحرف از جادۂ حق ویقین پاک سوخت، زہے رسولِ عالی ہمتے کہ گوہر شب چراغ ایمان را از بحرِ ذخار خفا و نہاں برآوردہ، چراغ راہ سالکاں مسالک خداشناسی ساخت، وخم امام آفتاب شہرتے کہ از وقوع کسوفات محن و مصائب نیندیشیدہ پرتو ضیائے ایمان ویقین بر اقمار قلوب مومنین انداخت۔[۱]

اللّٰھم صل وسلم علی افضل انبیائک و سند اولیائک والھما وعترتھما الطاھرین الی یوم الدین

در خاتمۂ کتاب:

اللّٰھم لک نحمد و بک نستعین فصل علی سیدنا محمد واٰلہ الطاھرین۔

تاریخ کتاب احیاء العلوم شریف

---

[۱] خلاصہ: اے خداوندِ قدوس! تیری قدرت کے قربان کہ ذاتِ اقدس احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورِ عالم تاب سے آسمانِ شریعت پر ہدایت کا چراغ جگمگا اٹھا اور صاحب ذوالفقار قسیم جنت و نار کی شمشیر آبدار کی چمک نے جادۂ حق ویقین سے پھسل جانے والے مشرکین سے اس کو بالکل پاک کردیا۔ آفریں ہے کہ رسولِ گرامی وقار علیہ السلام کی علوِ ہمت پر کہ انھوں نے ایمان کے گوہر شب چراغ کو سمندر کی تہوں سے نکال کر طشت از بام فرما دیا۔ (پھر کیا تھا!) سالکین کے لیے خداشناسی کی راہ ہموار ہوگئی اور آفتاب نبوت ماہتاب رسالت کی عظمت وشہرت کی چاندنی مصائب ومحن کی چھائی ہوئی فضاؤں سے نکل کر مسلمانوں کے قلوب کے اندر جاں گزیں ہوگئی۔ فیروز قادری

مصنفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔ ازاں نسخی کا لکا پرشاد موجد

نام مسمّی رسول حرف چو اصحاب داشت
چار مجلد ازاں آمدہ ارکان علم

تقریظ (تاریخ فرشتہ) مطبوعہ نولکشور از لالہ موجد مذکور

نقود جیدۂ تحیات نذر شہنشاہ اقلیم نبوت کہ درم ماہ بقرب سکہ صولتش دو نیم گردیدہ، والقاب طیبہ صلوات نامزد سلطان کشور رسالت کہ گنبد فلک بقرع صدائے خطبۂ شوکتش جنید۔ دو سرعت زمانی لیلۃ المعراج از کوتاہی شب وصال عاشقان بہ بر بن و خلوت مکانی لی مع اللّٰہ از ناپسندی رقابت معشوقان میں عنکبوت خورشید در کہف گیتی بعد مش تار شعاعی تناں اخگر ریزۂ نجوم در مشت آسماں از نیوتش حرف روشن زناں راقمہ

ز قوسین شق قمر وا نمود ☆ کہ او صاحب قاب قوسین بود
بود مہر پشتش نشان صریح ☆ کہ وصل حدوث و قدم شد صحیح
چو بگذشت از سال و سے از چہل ☆ شد اظہار قرب خدا بہر ایں
کہ از میم احمد خرد بگورد ☆ بداند کہ شد متحد با احد
مرا گشتہ رازے عیاں در ضمیر ☆ کہ شاہ آید اندر لباس سفیر [۱]

---

[۱] خلاصہ: تحیات و تسلیمات کی حسین ڈالیاں تاجدار کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں پیش ہیں کہ جن کی عظمت و رفعت کا آوازہ سن کر خود چاند دو ٹکڑے ہوگیا۔ اور صلوٰۃ وسلام کے گجرے سلطانِ کشورِ رسالت کی جناب میں نچھاور ہیں کہ جن کی شہرت و شوکت کا خطبہ سن کر خود گنبدِ فلک حرکت میں آگیا۔ اور شب معراج کی کم سے کم مدت میں لمبا لمبا سفر طے کرکے وصالِ یار نصیب ہوا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ملاقات کا خصوصی شرفِ خلوت حاصل ہوا.......................اشعار

دونوں دراصل واقعہ شق القمر کے غماز ہیں: کیوں کہ آپ (ہی کا لقب) صاحب قاب قوسین ہے۔ پشت مبارک پر مہرِ نبوت کی علامت اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حدوث و قدم کا وصال صحیح ہے۔ جب وہ عمرِ مبارک کی چالیسویں بہار میں پہنچے تو قربِ خداوندی سے فیض یاب ہوئے۔ لہٰذا جب عقل احمد کے میم سے گزر کر آگے بڑھے گی تب اسے احد کے ساتھ قربِ خاص نصیب ہوگا۔ میرے ضمیر پر جو راز عیاں ہوا ہے وہ یہی ہے کہ وہی شہنشاہِ دوجہاں سفیر بن کے جلوہ گر ہوا ہے۔ فیروز قادری

از کتاب خزانۃ العلم

مصنفہ، لالہ کانجی کا استھ کہ برائے ہنری ڈکلس یوروپین نوشتہ

و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین ۔

از مجربات الحکمۃ، مصنفہ ہیرا لال مطبوعہ مطبع گلزار ابراہیم دہلی

والصّلوۃ والسلام علی رسولہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین

از جواہر الترکیب، مطبوعہ مطبع مصطفائی مصنفہ لالہ سیورام جوہر (بعد حمد و نعت)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ☆ درود لا محدود بر رسول اللہ صلعم[۱] را

از گلزار نسیم، مصنفہ دیا شنکر نسیم لکھنوی

کرتا ہے یہ دو زباں سے یکسر — حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے — یعنی کہ مطیع پنجتن ہے

از تمہید مثنوی مولانا رومی رضی اللہ عنہ مصنفہ، منشی نولکشور آنجہانی مالک مطبع

وانگہ بود آئینہ اش مثل قمر — پرتو کامل درو شد جلوہ گر
مصطفیٰ شد نام آں بدر الدجیٰ — مظہر عینیت شمس الضحیٰ
نورِ آل پاک و اصحاب کبار — عکس مہر از آئینہ شد بر جدار[۲]

---

[۱] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

[۲] بالآخر اس کا آئینہ چاند کی مانند روشن و تابناک ہوگیا، اور اس کے اندر سے پرتو کامل جلوہ گر ہوگیا۔ اُس بدر الدجیٰ کا نام مصطفیٰ قرار پایا، اور وہی درحقیقت منبع شمس الضحیٰ ہیں۔ (آپ کے) آلِ اطہار و اصحاب کبار کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے سورج کا عکس آئینے سے چھن کر دیوار پر پڑ رہا ہو۔ افروز قادری

از کلیاتِ بنواری لال شعلہ مطبوعہ مطبع کائستھ پرکاش علی گڑھ

الٰہی ہو مری ہستی کا عشق سے آغاز ☆ قدومِ ختمِ رسل پر ہو اختتام مرا

رہے گا قربِ خدا قافلہ شہیدوں کا ☆ ذرا بہشت میں ٹھہریں گے کربلا کے چلے

وہ چشمے ہیں جو پانی سے کریں سیراب پیاسوں کو

وہ آنکھیں ہیں جو کام آئیں غمِ شبیر و شبر میں

بڑھے گی جب زیادہ آفتابِ حشر کی گرمی

تری رحمت پکارے گی یہی میدانِ محشر میں

چلے آؤ، چلے آؤ، چلے آؤ گناہ گارو!

ہزاروں کوس کا سایہ ہے دامانِ پیمبر میں

بے جرم نہیں گرچہ ہے مے خوار و ذلیل

ضامن ہے مرا بھی جو ہے اُمت کا کفیل

موجی رام موجی لکھنوی، از سراپا سخن مطبوعہ نول کشور

محشر کے دن وسیلہ شفاعت کا ہو مجھے

موجی جو ہاتھ آئیں حسین و حسن کے پاؤں

تقریظ انشاے صنعت المعروف بارمغان ہند

تصنیف بانکے لال نیار بدایونی مطبوعہ مطبع انوار احمدی بریلی، ازاں لالتا پرشاد کھتر سب انسپکٹر درجہ اول سر دفتر انگریزی پولیس ضلع ہمیر پور

بمعجز بیانی انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاے کرام چراغ ہدایت بر عالمیان روشن کردہ، واز برکت انفاس ایشاں عماد دین ودنیا را با حسن طرق استحکام فرمودہ۔[1]

ان مشتے نمونہ اقوال کے بعد اب مخالفین کی عملی کارروائیوں پر بھی نظر کر لینی چاہیے جو بہت زور کے ساتھ ثابت کر دیں گی کہ اسلام اور اُس کے پیروؤں اور اس کے مقدس معابد کو وہ لوگ محض اسلامی نسبت کے سبب سے متبرک جانتے ہیں، اور برگزیدہ مانتے ہیں اگرچہ مسلمانوں سے خود سخت پرہیز و اجتناب رکھتے، اور چھوت کے عجیب وغریب مسئلے پر بہت شدت کے ساتھ کاربند ہیں؛ مگر یہ پابندی اسی وقت تک محدود ہے جب تک وہ کسی بلا میں مبتلا نہ ہوں۔ آفتاب سے زیادہ روشن امر ہے کہ خود جب ان کے یہاں کسی بھوت پلید وغیرہ کا (جن کی خوشامد بلکہ پوجا میں وہ رات دن سرگرم ہیں) خلل ہو جاتا ہے تو تعویذ مسلمانوں ہی سے لے جاتے ہیں اور مسلمانوں ہی سے اپنے گھر میں اذانیں کہلواتے ہیں اپنے معابد (شوالوں) کو چھوڑ کر بچوں کو مساجد کے دروازوں پر نمازیوں سے دم ڈلوانے لاتے ہیں۔

رنجیت سنگھ جو لاہور کا با اختیار راجہ تھا ایسے سخت تعصب پر کہ مسلمانوں کو اذان دینے سے روکتا، گائے کا گوشت نہ کھانے دیتا، سیدنا ومولانا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی گیارہویں شریف بڑی دھوم دھام سے کرتا۔ گوالیار کے راج میں بھی یہ نیاز مبارک اور عشرۂ محرم شریف میں شربت

---

[1] خلاصہ: انبیاے عظام اور اولیاے کرام کی (تعلیم وتربیت وتزکیہ اور) معجز بیانیوں سے ہدایت کا چراغ دنیا کے اندر روشن ومنور ہوا۔ اور انھیں نفوسِ قدسیہ کی برکتوں سے دین ودنیا کا ستون معتدل انداز میں اور عمدہ طریقے پر قائم واستوار ہے۔ افروز قادری

وغیرہ کی تکمیل ہوتی ہے۔

بڑودے کا گزشتہ راجہ جس سچی عقیدت کے ساتھ گیارہویں شریف کرتا، ظاہر و مشہور ہے۔ یہ نیاز شریف ہندوستان میں بھی اکثر ہنود کرتے ہیں؛ مگر اس کی کیفیت دکن والوں سے کوئی پوچھے کہ ہمارے حضور پُر نور رضی اللہ عنہ کی سرکار میں وہاں ہنود کیسا اعتقاد رکھتے اور کس دھوم سے یہ پاک نیاز کرتے ہیں، اور کیسی کیسی کرامتیں اُن پر ظاہر ہوتی اور کس کس قسم کی دنیوی حاجتیں (جو دنیا میں کسی سے پوری نہ ہوں) عطا فرمائی جاتی ہیں!۔

دُور کیوں جایئے! ذرا اجمیر شریف میں حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالی عنہ کے مزار پُر انوار کی زیارت کیجیے جہاں سینکڑوں ہندو ہاتھ جوڑے گڑگڑاتے، سجدے کرتے، حاضر ہوتے ہیں اور اپنی منہ مانگی مرادیں بارگاہِ سلطانی سے پاتے ہیں۔

میں نے جو کچھ لکھا یہ اجمیر شریف ہی کے ہنود کی حالت نہیں بلکہ دور دراز مقامات کے رہنے والے ہندو صرف اسی سرکار میں حاضری کی عزت حاصل کرنے کو مال صرف کرتے اور سفر کی تکلیفیں اُٹھاتے ہیں۔ اس کہنے سے میرا یہ مطلب نہیں کہ ہنود اپنے تیرتھوں کو نہیں جاتے، جاتے ہیں؛ مگر وہاں سوا منڈنے کے اور کچھ نتیجہ نہیں پاتے۔ غرض اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں جن سے محض بوجہ طوالت قطع نظر کی جاتی ہے۔ بالجملہ بحمد اللہ تعالی اس دینِ متین کی خوبیاں بے حد و پایاں ایسی روشن و نمایاں ہیں کہ مخالفین تک (جنھیں ذرا بھی عقل و انصاف سے تعلق ہے) اُس کے مداح و ثنا خواں ہیں۔

والله قد شهد العدوُّ بفضله

والفضل ما شهدت به الاعداءُ [۱]

متعصب مخالفین اگر چاند پر خاک اُڑائیں، کیا ہوتا ہے!۔

ع: ہر کسے بر خلقت خودی تند [۲]

---

[۱] قسم بخدا رقیبوں نے بھی اس کے فضل و کمال کا اعتراف کر لیا ہے اور فضیلت تو وہی ہے جس کی گواہی دشمن بھی دینے پر مجبور ہو جائے۔ افروز قادری

[۲] ہر شخص اپنی خوبیوں پر نازاں ہے۔ افروز قادری

ع: ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں

کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی مذہب وملت کے مخالفین یوں اس کی مدح وستائش میں رطب اللسان رہے۔ یوں اپنی تصنیفوں کے دیباچے اُس کی تعریف وثنا کی برکات لینے سے مزین کیے ہوں، ہرگز ہرگز نہیں پھر آخر جاذبہ حقانیت اور اسلام کی خداداد دلکش نورانیت کے سوا اور کیا ہے!!!

و اخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العلمین

والصّلوٰۃ والسّلام علی شفیع المذنبین رحمۃ للعلمین

وعلی الہ الطاھرین و صحبہ الطیبین و علینا معھم اجمعین

برحمتک یا ارحم الرّٰحمین ۔

اُستاذِ زمن، شہنشاہِ سخن، برادرِ اعلیٰ حضرت
مولانا حسن رضا خان حسنؔ قادری برکاتی نُوا حسینی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
پر تحقیقی کام کا آغاز

آبروے سخن، اُستاذِ زمن علامہ حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی -رحمہ اللہ ورضی عنہ- (م 1326ھ...... 1908ء) کی شخصیت شعروشاعری کی جہت سے ایک معتبر حوالہ کا درجہ رکھتی ہے؛ لیکن آپ کے قلم سیال نے نثر وبیان کے آفاق پر کتنے مہ وخورشید اُجالے ہیں اِس کا علم خال ہی خال لوگوں کو ہے۔

ایک ایسی شخصیت جو خود بھی فاضل وکامل ہو، باپ بھی علم وتحقیق کا نیر تاباں ہو، دادا بھی فضل وکمال کا سرچشمہ ہو، اور پھر بھائی کا کیا کہنا! اُسے نہ صرف ملک سخن بلکہ اقلیم علم وحکمت کی شاہی عطا ہوئی ہو، اور وہ جدھر رُخ کرتا فیض وتحقیق کی نہریں بہا دیتا اور دلوں پر سکے بٹھا کے رکھ دیتا، یعنی جس خانوادے میں صدیوں فکروآگہی، معرفت وبصیرت اور فقہ وافتا کی آبیاری ہوتی رہی، ظاہر ہے ایسے نور بار اور علم زار ماحول کا پروردہ 'اُستاذِ زمن' نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا!۔

علامہ حسن رضا خان بریلوی نے مختلف موضوعات پر درجن بھر کتابیں اپنے پیچھے یادگار چھوڑی ہیں، جو ہماری کوتاہیوں کے باعث اِشاعت اوّل کے بعد مدتوں سے پردۂ خمول میں پڑی ہوئی تھیں مگر اللہ عزوجل کے فضل واحسان سے اب ان نادر ونایاب کتابوں پر تحقیق وتکمیل کے مراحل میں ہے اور ان شاءاللہ اس کام سے مولانا حسن رضا کی شخصیت کی متعدد جہتیں نکھر کر سامنے آئیں گی، ماضی کی غفلتوں کا ازالہ ہوگا۔

یہ تاریخی کام تین (3) جلدوں پر مشتمل ہوگا، تفصیل حسب ذیل ہے:

1۔کلیات حسن: اُستاذِ زمن، شہنشاہِ سخن مولانا حسن رضا حسن علیہ الرحمۃ الرحمٰن کے نادر ونایاب حمدیہ، نعتیہ وغزلیہ کلام کا مجموعہ۔ذوق نعت مع اضافی کلام، جدید ترتیب وتخریج، حواشی وحل لغات کے ساتھ۔

2۔رسائل حسن: مولانا حسن رضا خان کے نادر و نایاب رسائل، تقاریظ و دیگر تحریرات کا مجموعہ جدید ترتیب و تخریج کے ساتھ۔

3۔ جہانِ حسن: مولانا حسن رضا کے شخصی خصائل، سیرت و کردار، دینی خدمات اور آپ کی کتب پر لکھے گئے تحقیقی مقالات کا مجموعہ۔

کاوش

علامہ محمد افروز قادری، ساؤتھ افریقہ

محمد ثاقب رضا قادری، پاکستان

﴿ان شاء اللہ 2012ء میں تینوں جلدیں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو جائیں گی۔﴾

دیگر علمی کاوشیں:

English Translations:

1. 12th Rabi-ul-Awal was not the day of Demise of the Holy Prophet (Sallalah o Alaihi wassalam).

2. The Birthday of the Holy Prophet (Sallalah o Alaihi wassalam)

3. The Foster Relatives of the Holy Prophet

4. Blessings of Durood (Forty Ahadees)

(حضور ﷺ کی رضاعی مائیں، بھائی اور بہنیں از مفتی محمد خان قادری کا انگلش ترجمہ)

ترتیب وتخریج:

5۔دافع الاوہام فی محفل خیر الانام (ﷺ) از علامہ عبدالسمیع رام پوری علیہ الرحمۃ

6۔وسائل بخشش از برادر اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمۃ

7۔ تحفۂ مقبول در فضائل رسول ﷺ از مولوی رحمان علی حکیم چشتی صابری علیہ الرحمۃ

8۔ رسائل بخشش (میلاد النبی ﷺ کے متعلق نادر و نایاب رسائل کا مجموعہ) زیر ترتیب

9۔ بستان العارفین از فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ زیر طبع

10۔ شعائر اللہ فی اثبات شعر رسول اللہ ﷺ از شاہ سلامت اللہ رام پوری علیہ الرحمۃ

11۔ میلاد پر اعتراضات کے جوابات

12۔ نمر ورالناظر الناظر فی نداء یا شیخ عبدالقادر از پروفیسر سید احمد علی بٹالوی علیہ الرحمۃ